جلد ۲ ستمبر ۱۹۶۱ء شمارہ ۹

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اٰل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ: پانچ روپے
قیمت فی پرچہ: آٹھ آنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲	ماہنامہ انصار اللہ ربوہ	شمارہ ۹

(۱۵ ستمبر ۱۹۶۱ء)

سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار

گزشتہ شمارہ میں ہم نے قرآن مجید کی متعدد آیات کی روشنی میں واضح کیا تھا کہ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت حاصل کرنے کے ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ خدا اور اس کے دین کی راہ میں اپنے اموال کا خرچ کرنا ہے جسے اسلامی اصطلاح میں انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس پر بے انتہا زور دیا ہے اور مومنوں کو مخاطب کر کے یہاں تک فرمایا ہے کہ جب تک تم اپنے اموال کے پسندیدہ اور بہتر حصہ کو خدا کی راہ میں بطیب خاطر خرچ نہیں کرو گے اس وقت تک تمہیں حقیقی ایمان اور حقیقی نیکی حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کے نتیجہ میں دنیا اور آخرت دونوں میں ترقی کی عظیم الشان بشارات دی ہیں اور اس سے بچنے اور روگردانی اختیار کرنے کی صورت میں نہایت خطرناک وعید اور عبرتناک انجام سے خبردار کیا ہے۔

مزید برآں ہم نے انفاق فی سبیل اللہ سے متعلق قرآنی احکام اور ان کی بعض نہایت اہم تفصیلات بیان کرنے کے علاوہ یہ بھی واضح کیا تھا کہ ان احکام پر پورے تعہد اور عزم و ہمت کے ساتھ عمل پیرا ہونا جماعت احمدیہ کے افراد کے لئے ازحد ضروری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس آخری زمانہ میں اسلام کو دنیا بھر میں غالب کر دکھانے کا ذمہ دار اس جماعت اور اس کے افراد کو ہی ٹھہرایا ہے۔ یہ اتنی اہم اور عظیم ذمہ داری ہے کہ خدائی تائید و نصرت کے بغیر اس سے عہدہ برآ ہونا ممکن نہیں ہے۔ اور خدائی تائید و نصرت کا حصول جن مخصوص اعمال کے ساتھ وابستہ ہے اور جن کی کسی قدر تفصیل گزشتہ اشاعتوں میں گزر چکی ہے ان میں سے

ایک انفاق فی سبیل اللہ بھی ہے حصولِ نصرتِ الٰہی کے ضمن میں انفاق فی سبیل اللہ کی اس بنیادی اہمیت کی وجہ سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احباب جماعت کو اپنے اموال خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی پُر زور تلقین فرمائی ہے۔ ذیل میں ہم حضور علیہ السلام کے بعض ارشادات ہدیۂ احباب کرتے ہیں جو خالصتہً حصولِ نصرتِ الٰہی کے اس اہم اور بنیادی ذریعہ سے ہی متعلق ہیں تاکہ احباب جماعت پر اس کی اہمیت اچھی طرح واضح ہوسکے اور انہیں معلوم ہوسکے کہ حضورؑ اس بارہ میں ہمیں کس نہج اور معیار پر پہنچانا چاہتے تھے۔

اس ضمن میں حضور علیہ السلام کی پُر معارف تحریرات اور ملفوظات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ نے انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو واضح کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے اور اپنے ارشادات کو صرف اس کی عمومی تلقین تک ہی محدود نہیں رکھا ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر انفاق فی سبیل اللہ کے احکام پر کما حقہٗ عمل کو اپنی جماعت کے افراد کے لئے اس درجہ ضروری اور لازمی قرار دیا ہے کہ اس کے بغیر وہ واقعی اور قطعی طور پر اس الٰہی جماعت میں شامل سمجھے ہی نہیں جاسکتے۔ آپ نے صاف اور واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی اس جماعت میں شامل سمجھا جائے گا جو اپنے عزیز مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرے گا اور یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ اُسے مال سے نہیں بلکہ خدا سے محبت ہے اور اس بنا پر وہ حزب اللہ میں شامل ہونے کی اہلیت رکھتا ہے۔ چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں:-

"واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا جو اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔ یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کرسکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی، صرف ایک سے محبت کرسکتے ہو پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کرکے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اُس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اُسے پائے گا لیکن جو شخص مال سے محبت کرکے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئیگا"

(ضمیمہ ریویو آف ریلیجنز ستمبر ۱۹۰۳ء)

حضور علیہ السلام کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ حضورؑ نے انفاق فی سبیل اللہ پر کما حقہٗ عمل کو

جماعت احمدیہ میں حقیقی شمولیت کی ایک بیّن علامت قرار دیا ہے اور اسے اس امر کے حق میں ایک واضح دلیل ٹھہرایا ہے کہ مُنہ سے جماعت احمدیہ میں شمولیت کا اقرار کرنے والا فی الواقعہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین سے محبت بھی رکھتا ہے اور اُس نے حقیقی معنوں میں محض لوجہ اللہ اس میں شمولیت اختیار کی ہے نہ محض رسم یا دکھاوے کے طور پر۔ پھر حضورؑ نے قرآن مجید کی تعلیم کے عین مطابق خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال کو بشاشت قلب اور شرح صدر کے ساتھ خرچ کرنے والوں کو بشارت دی ہے کہ وہ خدا کی راہ میں اپنے اموال خرچ کر کے ہرگز خسارہ میں نہیں رہیں گے بلکہ خدا تعالیٰ اُن کے اموال میں بے حد برکت ڈالے گا اور انہیں بڑھائیگا برخلاف اس کے جو لوگ خسّت سے کام لیں گے اور خدا تعالیٰ سے محبت کرنے کی بجائے اپنے اموال کو زیادہ محبوب اور عزیز رکھیں گے وہ خسارے میں رہیں گے اور یقیناً وہ اموال اُن کے پاس نہیں رہیں گے۔

خدا اور اُس کے دین کی راہ میں اپنے اموال خرچ کرنے کی اہمیت واضح کرنے کے علاوہ حضورؑ نے اس امر کو بھی واضح فرمایا ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد جنہوں نے دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا عہد باندھا ہُوا ہے دین کی خاطر قربانیاں کرنے میں ان کا معیار کیا ہونا چاہیئے؟ سو اس ضمن میں حضورؑ نے اپنے آقا و مطاع نبی اکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلنے اور اُن میں سے بھی بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نمونہ کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنے کی تلقین فرمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:-

"ہمیشہ اپنے قول اور فعل کو درست اور مطابق رکھو جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگیوں میں کر کے دکھا دیا ایسا ہی تم بھی اُن کے نقشِ قدم پر چل کر اپنے صدق اور وفا کے نمونے دکھاؤ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نمونہ ہمیشہ اپنے سامنے رکھو۔"

(الحکم جلد ۹ نمبر ۹-۱۰)

پھر علی الخصوص مالی قربانی کے لحاظ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو نمونہ قائم فرمایا خاص طور پر اُس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں للّٰہی وقف کا معیار اور محک وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضرورت بیان کی اور وہ کل اثاث البیت لے کر حاضر ہو گئے۔"

(الحکم جلد ۴ نمبر ۳۰)

اس سے ظاہر ہے کہ خدا اور اُس کے دین کی سربلندی کی خاطر قربانیاں پیش کرنے میں حضورؑ جماعت

کو کس معیار پہ دیکھنا چاہتے تھے؟ وہ معیار یہی ہے کہ جماعت کے افراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اُس مال کو جو خدا نے انہیں دیا ہے اپنا مال نہ سمجھیں بلکہ اُسے خدا کی ملکیت تصور کرتے ہوئے ہر دم اور ہر آن اُسے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے تیار رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں دین کی خاطر قربانیوں کے انتہائی شدید جذبے کا معراج وہ تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں اس طور پر ظاہر ہوا کہ دین کے لئے مالی ضرورت کے ایک موقع پر گھر کا سارا سامان لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور بلحاظ درجہ و مرتبہ جملہ صحابہؓ میں سبقت لے جانے کے قابلِ فخر اعزاز سے نوازے گئے۔ الٰہی وقف کا یہ معیار خاص آپ کی ہی ذات کے ساتھ مخصوص تھا اور اس لحاظ سے آپ جملہ صحابہؓ میں منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ بایں ہمہ آپ کا یہ مثالی نمونہ باقی تمام افرادِ اُمّت کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے اور قیامت تک دین کا درد رکھنے والوں کو دین کی خاطر قربانیاں کرنے پر ابھارتا رہے گا۔

اگر دیکھا جائے تو وہ قوتِ محرکہ (Driving Force) جس کے نقطۂ عروج پر پہنچنے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ایسا مثالی نمونہ قائم کر دکھانا ممکن ہوا دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا وہ جذبہ ہی تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کی بدولت آنحضورؐ کے جملہ صحابہؓ میں علیٰ قدرِ مراتب موجزن تھا اور یہی وہ جذبہ ہے جسے اپنانا اور ترقی دینا جماعتِ احمدیہ کے افراد کے لئے از بس ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے اس جذبہ کے زیرِ اثر دین کی ضروریات کو اس درجہ مقدم کر لیا تھا کہ اُن کے لئے انفاق فی سبیل اللہ نے ایک طبعی تقاضہ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ جب بھی دین کے لئے مال خرچ کرنے کا موقع پیدا ہوتا تھا تو انہیں اپنے اموال پیش کرنے کے لئے اپنی طبیعت کو اُبھارنا اور مائل کرنا نہیں پڑتا تھا بلکہ وہ ایک طبعی تقاضہ کے رنگ میں آپ ہی آپ حتی المقدور اپنے اموال پیش کرتے چلے جاتے تھے اور پھر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ دنیوی عیش و آرام اور تنعم پسندی سے انہوں نے اپنے دلوں کو اس قدر سرد کر لیا تھا کہ انہیں اپنے نفس کی خاطر مال خرچ کرنے میں طبیعت پر ایک بوجھ محسوس ہوتا تھا برخلاف اس کے دین کی راہ میں خرچ کرنے میں وہ ایک خاص قسم کی لذّت اور راحت محسوس کرتے تھے۔ جب تک یہی کیفیت ہماری نہیں ہو جاتی اُس وقت تک ہم صحیح معنوں میں دین کی خاطر قربانیاں کرنے والے قرار نہیں پا سکتے۔ صحیح معنوں میں ہم خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے مورد اُس وقت ہی بنیں گے جب صحابہؓ والی رُوح اور جذبہ ہم میں بھی پیدا ہو جائیگا اور اُسوقت ہی ترقیات کے راستے ہم پہ اس رنگ میں کھُلیں گے کہ دیکھتے ہی دیکھتے اسلام دُنیا میں غالب آ جائے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بھی جماعت کو بارہا اس طرف توجہ دلائی ہے کہ خدا تعالےٰ کی غیر معمولی نصرت بارش کی طرح اُسوقت ہی برسے گی اور دُنیا یدخلون فی دین اللہ افواجًا کے طور پر اسلام کی آغوش میں اُسوقت ہی آئے گی جب ہم اپنی قربانیوں کے معیار کو اِس نہج پر پہنچا دیں گے کہ خدا کے دین کی راہ میں خرچ کرنا ہماری فطرتِ ثانیہ بن جائے اور ایک طبعی تقاضہ کی صورت اختیار کر لے۔ حضور ایدہ اللہ نے سورۂ ابراہیم کی ایک آیت کی نہایت لطیف تفسیر بیان کرتے ہوئے اِسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ وہ آیت یہ ہے:۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝
(ابراہیم آیت ۳۱)

(اے رسول) میرے اُن بندوں سے جو ایمان لا چکے ہیں کہہ کہ وہ اُس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ ہی کوئی گہری دوستی، نماز کو عمدگی سے ادا کیا کریں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے پوشیدہ طور پر بھی اور ظاہر میں بھی ہماری راہ میں خرچ کیا کریں۔

اِس آیت میں سِرًّا (یعنی پوشیدہ طور پر) سے حضور ایدہ اللہ نے طبعی تقاضہ مراد لیا ہے جو انسان کی فطرت میں مضمر ہوتا ہے اور نظر نہیں آتا اور ظاہرًا سے مراد خارجی تحریک لی ہے جو انفاق فی سبیل اللہ پر اُبھارنے والی ہو کیونکہ وہ مشہود ہونے کے باعث ظاہر کا حکم رکھتی ہے۔ چنانچہ حضور اِن معنوں کی رُو سے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"جماعتِ احمدیہ بیشک چندے دیتی ہے لیکن صحابہؓ والا انفاق اَور تھا۔ وہ تو کوشش کر کے اپنے اُوپر غربت لاتے تھے۔ جب تک اسی طرح انفاق نہ ہو ترقی ممکن نہیں ہوا کرتی۔ اسی طرح (اس آیت میں) جہاں خرچ کا حکم دیا ہے وہاں سِرًّا کو پہلے رکھا ہے یہ بتانے کے لئے کہ اصل انفاق وہ ہے جو طبعی ہو اور اس میں کسی شہرت وغیرہ کا خیال نہ ہو۔ جو انفاق طبعی ہوگا ظاہر ہے اس کے لئے طبیعت کو اُبھارنا نہیں پڑے گا بلکہ اس کے ظہور کو بعض دفعہ روکنے کی ضرورت محسوس ہوگی پس وہی انفاق اِس آیت کے ماتحت اصل انفاق ہے جو طبعی ہو نہ یہ کہ نفس پر خرچ کرنا تو طبعی ہو اور خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے دوسرے کے کہنے کی ضرورت ہو۔ جب جماعت احمدیہ میں یہ مادہ پیدا ہو جائے گا اور انہیں اپنے آپ پر خرچ کرنے کے لئے تو نفس پر بوجھ ڈالنا پڑیگا اور دین کی راہ میں خرچ کرنا طبعی تقاضہ نظر آئے گا تب اُن کے لئے ترقیات کے راستے کھلیں گے۔"
(تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۸۱، ۴۸۲)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اِس ارشاد سے ظاہر ہے کہ ابھی ہمیں اپنے قربانی کے معیار کو بہت زیادہ بڑھانے

کی ضرورت ہے یعنی اس حد تک بڑھانے کی ضرورت ہے کہ دین کے لئے خرچ کرنا ہمارے اندر طبعی تقاضہ کی صورت اختیار کر لے اور اس پر ابھارنے کیلئے کسی خارجی تحریک کی ضرورت ہی پیش نہ آئے مرکز کی طرف سے مطالبہ ہو یا نہ ہو ہم چندہ عام، وصیت، تحریک جدید، وقف جدید اور تمام دوسری مدات میں چندے دیتے چلے جائیں اور دین بھی پہلے سے بڑھ چڑھ کر اور پھر ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی روح اور جذبہ کیساتھ۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ ہمیں اس خاطر اپنے اوپر غربت وارد کرنا بھی دوبھر معلوم نہ ہو بلکہ اسمیں ہم ایک راحت اور لذت محسوس کریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں حضور کی قوت قدسی کے زیرِ اثر دین کی ضروریات کو ہر طور مقدم رکھنے کا یہی جذبہ اور یہی روح پیدا ہو گئی تھی چنانچہ اکثر صحابہ کی یہی حالت تھی کہ وہ بعض اوقات اپنی بساط سے بڑھ کر چندہ دیکر بھی یہی سمجھتے تھے کہ ابھی مالی قربانی کا حق ادا نہیں ہوا۔ بعض صحابہ کے متعلق یہاں تک آتا ہے کہ وہ صرف اپنے گزارے کیلئے معمولی سی رقم رکھ کر اپنی آمد کا باقی حصہ ماہ بماہ اشاعتِ اسلام کے لئے حضور کی خدمت میں ارسال کر دیا کرتے تھے اور بعض اوقات حضور کو بعض اصحاب میں سے بعض کو روکنا پڑتا تھا کہ وہ اتنی رقم نہ دیں۔ اکثر صحابہ غریب تھے اور ان کی آمدنی بہت قلیل تھی پھر بھی وہ اپنی آمد کا بیشتر حصہ خدمت دین کے لئے پیش کر دیا کرتے تھے۔ سوال کمیت کا نہیں بلکہ کیفیت کا ہے۔ رقم خواہ کتنی ہی قلیل ہوتی لیکن جس روح اور جس جذبہ کے ماتحت طبعی تقاضہ کے رنگ میں وہ پیش کی جاتی تھی وہ خدا کے ہاں مقبول تھا اور انتہائی اجر و ثواب کا موجب۔ یہ انہی نادار صحابہ کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج جماعت احمدیہ کو دنیا بھر میں اشاعتِ اسلام کی وہ توفیق مل رہی ہے کہ جس پر اپنے اور پرائے سب حیران ہی نہیں دنگ ہیں۔ ہم جو حضور علیہ السلام کے صحابہ کی اولاد اور ان کے روحانی ورثہ کے حامل ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی انفاق فی سبیل اللہ کے ضمن میں سعادت اور تقویٰ شعاری کے اسی معیار اور محک پر پورا اترنے کی کوشش کریں تا مزید ترقیات کے راستے کھلیں اور اسلام کے غلبہ کے دن قریب سے قریب تر آجائیں اور ہم اپنی زندگیوں میں ہی اسلام کو روئے زمین پر ہمہ گیر رنگ میں غالب آتا دیکھ لیں تا جب خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں تو کہہ سکیں اے مولا کریم! ہم نے اس غرض کو بساط بھر پورا کرنے کی کوشش کی ہے جس کی خاطر تو نے جماعتِ احمدیہ کو قائم فرمایا اور پھر ہمیں اس میں شمولیت کی سعادت بخشی۔

اے ارحم الراحمین تو ہم میں سے ہر ایک کو انفاق فی سبیل اللہ کے ضمن میں جسے تیرے مسیح پاک نے انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار ٹھہرایا ہے اسی روح اور جذبہ کے ساتھ اپنے فرائض بجالانے کی توفیق عطا فرما جو صدرِ اول میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا طرۂ امتیاز تھا اور جسے اس آخری زمانہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خادم اور غلام مسیح پاک علیہ السلام نے اپنے اصحاب میں دوبارہ زندہ کیا۔ ہم مسیح پاک علیہ السلام کے انہی اصحاب کی اولاد اور جانشین ہیں تو ہمیں بھی انہی کے رنگ میں رنگین کر اور انہی کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخش۔ آمین اللّٰھم آمین +

کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شریعت کے دو ہی پہلو اور بڑے حصے ہیں

ایک حق اللہ اور دوسرا حق العباد

جب تک انسان کی اخلاقی حالت پورے طور پر درست نہ ہو وہ کامل ایمان جو منعم علیہ گروہ میں داخل کرتا ہے حاصل نہیں ہو سکتا!

سچا موحد بننے کے بعد اخلاقی حالت کی اصلاح کیلئے حتی الوسع دل ائل کو شش کرنی چاہیئے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پُر معارف تقریر کا آخری حصہ ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے جو حضور علیہ السلام نے ۲۹ دسمبر ۱۹۰۴ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر مسجد اقصیٰ قادیان میں ارشاد فرمائی تھی۔ اس میں حضور نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی کما حقہٗ ادائیگی کی طرف نہایت پُر اثر الفاظ میں توجہ دلائی ہے اور اخلاقی ترقی کے ضمن میں بالخصوص انسانی ہمدردی کی اہمیت، اس کی وسعت اور اس کی بعض باریک تفصیلات پر نہایت مسحور کن انداز میں روشنی ڈال کر احبابِ جماعت کو نہایت درجہ تاکید کے رنگ میں نصیحت فرمائی ہے کہ وہ نہ صرف آپس میں بلکہ غیروں کے ساتھ بھی بلا تفریق و امتیاز انسانی ہمدردی کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کریں جو دوسروں کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"شریعت کے دو ہی پہلو اور بڑے حصے ہیں جن کی حفاظت ہر ایک انسان کو ضروری ہے، ایک حق اللہ اور دوسرا حق العباد۔ حق اللہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی عبادت، اس کے خوف، اس کی اطاعت میں، اس کی ذات میں، صفات میں کسی کو شریک اور برابر نہ بنایا جاوے۔ اور حق العباد یہ ہے کہ تکبر، خیانت

ظلم وغیرہ بدخلقی کسی نوع کی اپنے کسی بھائی سے نہ کی جاوے۔ گویا اخلاقی حصہ میں کسی قسم کا فتور نہ واقع ہو اور کما حقہٗ حقوقِ اخوت کی نگہداشت کی جاوے۔

سُننے میں تو یہ دو ہی فقرے ہیں مگر عمل کرنے میں بہت ہی مشکل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہو تو انسان اِن دونوں پہلوؤں پر قائم رہ سکتا ہے۔ کسی میں قوتِ غضبی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ ذرا سی بات پر جب غضب میں آجاتا ہے اور قوتِ غضبی جوش مارتی ہے تو نہ دل اُس کا پاک رہ سکتا ہے نہ زبان۔ دل میں کینہ رکھتا ہے اور اندر ہی اندر اپنے بھائی کے خلاف ناپاک منصوبے سوچتا رہتا ہے اور زبان سے گالی دیتا ہے۔ کسی میں قوتِ شہوت غالب ہوتی ہے اور وہ اُس میں گرفتار ہو کر حدود اللہ کو توڑتا ہے۔ غرضکہ جب تک انسان کی اخلاقی حالت بالکل درست نہ ہو وہ کامل ایمان جو منعم علیہ گروہ میں داخل کرتا ہے اور جس کے ذریعے سچی معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے داخل نہیں ہوتا۔ پس سچا موحّد بننے کے بعد اخلاقی حالت کی اصلاح کے لئے حتی الوسع کوشش دن رات کرنی چاہیئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اِس وقت اخلاقی حالت بہت ہی گری ہوئی ہے۔ اکثر لوگوں میں بدظنی کا مرض بہت ہی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ ادنیٰ ادنیٰ سی باتوں پر اپنے دوسرے بھائی کی نسبت بُرے بُرے خیالات کرتے ہیں اور نیک ظنی نہیں کرتے بلکہ ایسے ایسے عیوب اپنے بھائی کی طرف منسوب کرنے لگ جاتے ہیں جو اُس میں نہیں ہوتے اور اگر وہی عیوب انکی طرف کوئی منسوب کرے تو اُن کو سخت ناگوار معلوم ہو۔ پس اوّل یہ بڑی ضروری بات ہے کہ انسان حتی الوسع اپنے بھائیوں پر بدظنی نہ کرے اور ہمیشہ نیک ظن رکھے کیونکہ اس سے محبت اور اُنس بڑھتا ہے اور آپس میں میل جول بڑھنے سے جماعت کی قوت پیدا ہوتی ہے اور دوسروں کو نکتہ چینی کرنے کا موقع نہیں ملتا اور خود انسان بھی دوسرے عیوب حسد، کینہ، بغض وغیرہ سے بچا رہتا ہے۔

پھر میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہیں جن کو اپنے بھائیوں کی نسبت کچھ بھی ہمدردی نہیں مشکلات کے وقت اپنے اوقات، مال اور طاقت کو دوسرے کے لئے خرچ نہیں کرتے۔ اگر ایک بھائی بھوکا مرتا ہو تو دوسرا کچھ بھی توجہ نہیں کرتا اور اس کی خبر گیری کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یا اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں گرفتار ہو تو اُس کے لئے اپنے مال کا کچھ حصہ بھی خرچ نہیں کرتا۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبر گیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم آیا ہے بلکہ یہاں تک بھی آیا ہے کہ ہانڈی میں پانی زیادہ ڈالو اور اپنے ہمسائے کو بھی دو۔ دیکھو کس قدر تاکید ہمدردی کی ہے مگر برخلاف اِس کے آج کل اِس حدیث کی کوئی بھی پرواہ نہیں کرتا بلکہ اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں۔ یاد رہے ہمسائے سے یہی مطلب نہیں جو اپنے گھر کے ساتھ رہتا ہو بلکہ تمہارے بھائی جو تم سے ہزاروں سینکڑوں کوس کے فاصلے پر رہتے ہیں وہ سب تمہارے ہمسائے ہی ہیں تمہیں چاہیئے کہ ان سب پر نیک ظن

دکھو اور ہمدردی میں کسی پہلو سے بھی ان سے دریغ نہ کرو۔ ہر شخص کو ہر روز مطالعہ کرنا چاہیئے کہ وہ کہاں تک ان امور کی پرواہ کرتا ہے اور کہاں تک اپنے بھائیوں سے ہمدردی اور سلوک کرتا ہے۔ اس کا بڑا بھاری مطالبہ انسان کے ذمہ ہے۔

خدا تعالےٰ تمہاری ہمدردیوں کا بھوکا نہیں اور نہ اسے کوئی پرواہ ہے۔ وہ تمہارے ہی فائدے کے لئے احکام نازل کرتا ہے اور تمہاری بہتری کو پسند کرتا ہے۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایک گروہ کو کہے گا کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا، میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ دیا، میں بیمار تھا تم نے میری عیادت نہ کی، میں مفلس تھا تم نے میری دستگیری نہ کی۔ جن لوگوں سے یہ سوال ہوگا وہ حیران ہو کر کہیں گے کہ اے ہمارے رب تو کب بھوکا تھا جو ہم نے تجھے کھانا نہ دیا، تو کب پیاسا تھا جو ہم نے پانی نہ دیا، اور تو کب بیمار تھا جو ہم نے تیری عیادت نہ کی، اور تو کب مفلس تھا جو ہم نے تیری دستگیری نہ کی۔ تب خدا تعالیٰ جواب میں فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ جو تھا ان باتوں کا محتاج تھا مگر تم نے اس کی کوئی ہمدردی نہ کی، اس کی ہمدردی میری ہی ہمدردی تھی۔ ایسا ہی ایک اور جماعت کو فرمائے گا کہ شاباش تم نے میری ہمدردی کی، میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا، میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا، وغیرہ وغیرہ۔ وہ جماعت عرض کرے گی کہ اے ہمارے رب ہم نے کب تیرے ساتھ ایسا کیا۔ تب اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائے گا کہ میرے فلاں بندے کے ساتھ تم نے جو ہمدردی کی وہ ہمدردی میرے ساتھ ہی تھی۔ در اصل خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرنا بہت ہی بڑی بات ہے اور خدا تعالیٰ اس کو بہت ہی پسند کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ وہ اس ہمدردی کو اپنی ہمدردی فرماتا ہے۔ عام طور پر دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر کسی کا خادم اس کے کسی دوست کے پاس جاوے اور وہ شخص اس کی خبر گیری نہ کرے نہ رات کو آرام کی جگہ دی جاوے، نہ کھانے پینے کو کچھ دیا جاوے تو کیا وہ آقا جس کا یہ خادم ہے اپنے اس دوست سے خوش ہوگا؟ ہرگز نہیں، بلکہ اس کے دل میں گذرے گا کہ اس نے میرے آدمی کی کچھ بھی قدر نہ کی۔ اس نوکر کی خدمت اور اس کے ساتھ حسن سلوک گویا مالک کے ساتھ ہی حسن سلوک ہے۔ خدا تعالےٰ کو بھی اسی طرح اس بات کی چڑ ہے کہ کوئی شخص اس کی مخلوق کے ساتھ سرد مہری کرے کیونکہ اس کو اپنی مخلوق بہت پیاری ہے۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے اور اخلاق سے پیش آتا ہے وہ گویا اپنے خدا کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے اور اس کی رضامندی حاصل کرتا ہے۔

غرض حسن اخلاق ہی ساری ترقیات کا زینہ ہے۔ میری دانست میں یہی پہلو حقوق العباد کا ہے۔ جو حقوق اللہ کے پہلو کو (جو مخفی ہے) تقویت دیتا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ جو شخص نوع انسان کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتا ہے خدا تعالیٰ اس کا ایمان کبھی بھی ضائع کرے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ بناوٹی اخلاق خدا کے لئے نہیں ہوتے۔ جب انسان محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے یہ کام کرتا ہے اور اپنے ضعیف بھائی کی

ہمدردی کرتا ہے تو اس اخلاص سے اُس کا ایمان اور بھی قوی ہو جاتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ نمائش و نمود کے لئے جو اخلاق کئے جاتے ہیں وہ اخلاق خدا تعالیٰ کے لئے نہیں ہوتے اور اخلاص کے نہ ہونے کے سبب اُن سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اِسی طرح اکثر لوگ سرائیں وغیرہ بنا دیتے ہیں مگر اصل غرض اُن کی اس سے شہرت ہوتی ہے۔ اس لئے اُن اخلاق کو حاصل کرنا چاہیئے جن سے خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضامندی کے لئے جو انسان اخلاقِ فاضلہ سے کام لے گا اس کا ایمان قوی ہو گا۔ خدا تعالیٰ کے لئے کوئی فعل اگر کیا جاوے تو خواہ وہ کام کتنا ہی چھوٹا ہو اللہ تعالیٰ اُسے ضائع نہیں کرتا اور اُس کا بدلہ اُس کو ضرور دیتا ہے ......

یاد رکھو کہ ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت ہی وسیع ہے۔ مَیں اُن لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور نہ اُن کی ایسی تعلیم کو پسند کرتا ہوں جو ہمدردی کو صرف اپنی قوم تک ہی محدود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی قوم سے ہمدردی کرنی چاہیئے غیر قوم سے ہرگز ہمدردی نہیں کرنی چاہیئے۔ مَیں تو تاکید کرتا ہوں کہ اپنی قوم اور غیر قوم سے برابر ہمدردی کرنی چاہیئے اور کسی قوم اور کسی فرد کو الگ نہیں رکھنا چاہیئے مَیں آجکل کے بعض جاہلوں کی طرح یہ کہنا نہیں چاہتا کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو۔ نہیں نہیں، مَیں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق کی ہمدردی کرو خواہ وہ کوئی ہو، ہندو ہو، عیسائی ہو یا کوئی اور۔ مَیں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔ وہ تو اس امر کو بھی جائز رکھتے ہیں کہ دوسرے کا مال زبردستی یا چوری سے یا جس طرح ہو سکے لے لیا جاوے۔ (ایسے لوگوں نے) ہر قسم کے جور و ظلم کو دوسرے لوگوں پر حلال جان لیا ہے۔ بلکہ اُن میں بعض اس قسم کے خیالات بد بھی رکھتے ہیں کہ اگر ایک شیرے کے مٹکے میں ہاتھ ڈالا جاوے اور پھر اس کو تلوں میں ڈالکر تل لگاتے جاویں تو جس قدر تل اس کو لگ جاویں اُس قدر دھوکا اور فریب دوسرے لوگوں کو دے سکتے ہیں۔ اُن کی ایسی بیہودہ اور خیالی باتوں نے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے اور اُن کو قریباً وحشی اور درندہ بنا دیا ہے۔

مگر مَیں تمہیں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم ہرگز ہرگز اپنی ہمدردی کے دائرے کو محدود نہ کرو۔ بلکہ اپنی ہمدردی کے لئے اُس تعلیم کی پیروی کرو جس کے اللہ تعالیٰ نے تین مراتب بیان فرمائے ہیں یعنی اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی۔ اوّل سب سے چھوٹی نیکی عدل کو قرار دیا ہے یعنی جو شخص تم سے نیکی کرے تم بھی اس کے ساتھ ویسی ہی نیکی کرو ویسی نیکی کرنے میں عدل کو ملحوظ رکھو۔ پھر دوسرا درجہ یہ ہے کہ تم اُس سے بڑھ کر اس کے ساتھ نیکی کرو۔ اس درجہ کا نام احسان ہے۔ اگرچہ یہ درجہ عدل سے بڑھا ہوا ہے اور بڑا خوبی اور نیکی کا کام ہے مگر اس میں بھی ایک نقص ہے کہ کبھی احسان کرنے والے کے دل میں ریا، خودی، تکبر

آسکتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ کبھی نہ کبھی احسان کرنے والا اپنا احسان جتلا بھی دے کہ میں نے تیرے ساتھ فلاں نیکی اور احسان کیا ہے۔ مگر ان سب سے بڑھ کر ایک اور یعنی تیسرا درجہ ہے جس کا نام اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی ہے۔ اس میں ریا، خودی، تکبر اور منّ (احسان جتلانا) کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ وہ یہ ہے کہ انسان اپنے فطری جوش اور محبت ذاتی اور طبعی خواہش کے رنگ میں احسان کرے جیسے ماں اپنے بچے کی پرورش کرتی ہے۔ وہ اس پرورش میں اجر اور صلہ کی خواستگار نہیں ہوتی بلکہ اس کو بچے کی موت و زندگی کا کوئی علم بھی نہیں ہوتا، صرف ایک طبعی جوش ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ نے اس کے دل میں ڈالا ہوا ہوتا ہے جس سے وہ بچے کی پرورش اور آرام کے لئے بے اختیار اپنے سارے سکھ اور آرام قربان کر دیتی ہے یہاں تک کہ اگر کوئی بادشاہ کسی ماں کو حکم دیدے کہ تو اپنے بچے کو دودھ مت پلا، اگر ایسا کرنے سے تیرا بچہ مر گیا تو اس کی کوئی سزا تجھ کو نہیں دی جاوے گی، تو کیا کوئی ماں ایسا حکم سن کر خوش ہو گی اور اس کی تعمیل کرے گی؟ ہرگز نہیں، بلکہ وہ تو اپنے دل میں اس بادشاہ کو کوسے گی کہ کیوں اس نے ایسا حکم دیا۔ پس اگر تم پورا نیک بننا چاہتے ہو تو اپنی نیکی کو اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی کے درجہ تک پہنچاؤ۔ اس طریق پر نیکی کیا کرو کہ طبعی مرتبہ تک اس کو پہنچا دو کیونکہ جب کوئی شے ترقی کرتے کرتے اپنے کمال طبعی تک پہنچ جاتی ہے اس وقت وہ کامل ہو جاتی ہے۔ جب تک کوئی شے ترقی کرتے کرتے اپنے طبعی مرکز تک نہیں پہنچ جاتی تب تک وہ کمال کا درجہ حاصل نہیں کر سکتی۔ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ نیکی کو بہت ہی پسند کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی ساری مخلوق سے ہمدردی کی جاوے۔ اگر وہ بدی کو پسند کرتا تو بدی کی تاکید کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے پاک و برتر ہے (سبحانہ و تعالیٰ شانہ)....

یقیناً یاد رکھو کہ مومن متقی کے دل میں شر نہیں ہوتا۔ مومن جس قدر متقی ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ کسی کی نسبت سزا اور ایذا کو پسند نہیں کرتا۔ مسلمان کبھی کینہ ور نہیں ہو سکتا۔ ہاں دوسری قومیں ایسی کینہ پرور ہوتی ہیں کہ ان کے دل سے دوسرے کی بات کینہ کی کبھی نہیں جاتی اور بدلہ لینے کے لئے ہمیشہ کوشش میں لگی رہتی ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے۔ کوئی دکھ اور تکلیف جو وہ پہنچا سکتے تھے انہوں نے پہنچایا ہے مگر پھر بھی ان کی ہزاروں خطائیں بخشنے کو ہم اب بھی تیار ہیں۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو ہمدردی کرو اور بلا تمیز مذہب و قوم ہر ایک سے نیکی کرو۔ پھر قرآن شریف کی تعلیم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔ وہ قیدی اور اسیر جو آتے تھے وہ تو اکثر کافر ہی ہوتے تھے جن سے سلوک کرنے کی اس قدر تاکید کی گئی۔ اب دیکھ لو کہ اسلام نے ہمدردی کو کہاں تک پہنچایا ہے۔ میری رائے میں کامل اخلاقی تعلیم بجز اسلام کے اور کسی مذہب کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ عمر کا اعتبار نہیں اس لئے مجھے صحت ہو جاوے تو میرا ارادہ ہے کہ میں اخلاقی تعلیم پر ایک مستقل رسالہ لکھوں گا

جو میری جماعت کے لئے کامل تعلیم ہو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرا منشاء ہے وہ ظاہر ہو جاوے اور ابتغاء مرضات اللہ کی راہیں اُس میں دکھائی جاویں اور خدا تعالیٰ کی توحید کی بھی رہنمائی کی جاوے۔ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں آئے دن یہ دیکھتا اور سُنتا ہوں کہ کسی سے یہ سرزد ہوا اور کسی سے وہ۔ آئے دن باہمی تنازعات کی شکایت کی جاتی ہے اور ہمدردی اور آپس میں سلوک کے پہلو کو مرعی نہیں رکھا جاتا۔ میری طبیعت اِن باتوں سے خوش نہیں ہوتی۔ مگر میں جماعت کو ابھی اُس بچہ کی طرح پاتا ہوں جو دو قدم چلتا ہے تو چار قدم گرتا ہے لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اِس جماعت کو کامل کر دے گا اِس لئے تم بھی کوشش، تدبیر، مجاہدہ اور دُعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے کیونکہ اُس کے فضل کے بغیر کچھ بھی نہیں بنتا۔ جب اُس کا فضل ہوتا ہے تو وہ ساری راہیں کھول دیتا ہے"۔

(تقریر ۲۹ دسمبر ۱۹۰۴ء بر موقع جلسہ سالانہ)

مذہب کی اصل غرض

حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مذہب سے غرض یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو ہر ایک بدی سے پاک کر کے اِس لائق بنا وے کہ اُس کی رُوح ہر وقت خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گری رہے اور یقین اور محبت اور معرفت اور صدق اور وفا سے بھر جائے اور اُس میں ایک خالص تبدیلی پیدا ہو جائے تاکہ اسی دُنیا میں اُس کو بہشتی زندگی حاصل ہو۔" (لیکچر سیالکوٹ صہ ۲۳، ۲۴)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عربی کلام

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند مقام

وَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ شَمْسٌ مُّنِيْرَةٌ　　وَبَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ بَدْرٌ وَّكَوْكَبُ

یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روشن سورج ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی انبیاء چاند اور ستارے ہیں

رَئَيْنَاهُ مِنْ نُّوْرِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰی　　وَلَوْلَاهُ مَا تُبْنَا وَلَا نَتَقَرَّبُ

ہمنے خدا کو نبی کریم کے نور کے ذریعہ سے دیکھا اور اگر آپ کا نور نہ ہوتا تو ہم گناہوں سے توبہ کرکے خدا کی طرف لوٹتے اور اسکا قرب حاصل کر سکتے

لَهُ دَرَجَاتٌ فِي الْمَحَبَّةِ تَامَّةٌ　　لَهُ لَمَعَاتٌ زَالَ مِنْهَا الْغَيْهَبُ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو راہ محبت میں درجاتِ تامہ حاصل ہیں اور آپ کی ایسی شعاعیں ہیں جن سے تاریکی زائل ہوتی ہے۔

ذُكَاءٌ مُّنِيْرٌ قَدْ أَنَارَ قُلُوْبَنَا　　وَلَهُ إِلٰى يَوْمِ النُّشُوْرِ مُعَقِّبُ

آپ وہ چمکنے والے آفتاب ہیں جس نے ہمارے دلوں کو روشن کر دیا اور یاد رکھو آپ کے جانشین قیامت تک آتے رہیں گے

وَلِلّٰهِ أَلْطَافٌ عَلٰى مَنْ أَحَبَّهُ　　فَوَابِلُهُ فِي كُلِّ قَرْنٍ يَّسْكُبُ

اور ہر وہ شخص جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنے الطاف نازل کرتا ہے اور اسکے فضل کی بارش ہر زمانہ میں اس پر برستی ہے

وَلَيْسَ التُّقٰى فِي الدِّيْنِ إِلَّا اتِّبَاعُهُ　　وَكُلٌّ بَعِيْدٌ مِّنْ هُدَاهُ يُقَرَّبُ

دین میں اصل تقویٰ اب آپ کی ہی اتباع میں ہے اور ہر ایک حق سے دور آپ کی ہدایت کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے

وَلَوْ كَانَ مَاءٌ مِّثْلَ عَسَلٍ بِطَعْمِهِ　　فَوَاللّٰهِ بَحْرُ الْمُصْطَفٰی مِنْهُ أَعْذَبُ

اور اگر کوئی پانی اپنے مزے میں شہد کی مانند ہوتا تو خدا تعالیٰ کی قسم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمندر اس سے زیادہ میٹھا ہوتا۔

(کرامات الصادقین صفحہ ۶۲)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فارسی کلام

نیستش چوں روئے احمد مہر و ماہ

(محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کی مانند کوئی سورج اور چاند نہیں)

سیّدِ شاں آنکہ نامش مصطفےٰ است　　رہبرِ ہر زُمرہ صدق و صفا است

اِن اہلِ حق لوگوں کا سردار جس کا نام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ صدق و صفا والے ہر گروہ کا راہ نما ہے

مے درخشد روئے حق در روئے او　　بوئے حق آید ز بام و کوئے او

آپؐ کے چہرہ میں خدا تعالےٰ کا چہرہ چمکتا ہے اور آپؐ کے بام و در سے خدا تعالیٰ کی خوشبو آتی ہے

ہر کمالِ رہبری بروے تمام　　پاک روئے و پاک رویاں را امام

آپؐ پر راہ نما ہونے کا ہر کمال ختم ہے۔ آپؐ پاک رُو ہیں اور پاک رُوؤں کے امام ہیں۔

اے خدا اے چارۂ آزارِ ما　　کن شفاعت ہائے او در کارِ ما

اے خدا اور اے ہماری تکلیفوں کے علاج　　تُو آپؐ کی شفاعت ہمارے حق میں میسّر فرما

آنکہ او را ظلمتے گیرد براہ　　نیستش چوں روئے احمدؐ مہر و ماہ

جس شخص کو تاریکی گھیرلے اُس کے لئے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کی مانند کوئی سورج اور چاند نہیں

تابعش بحرِ معانی مے شود　　از زمینی آسمانی مے شود

آپؐ کا تابع معرفت کا ایک سمندر بن جاتا ہے اور زمینی سے آسمانی وجود بن جاتا ہے۔

ہر کہ در راہِ محمدؐ زد قدم　　انبیاء را شد مثیل آں محترم

جس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں قدم مارا وہ قابلِ عزت شخص انبیاء کا مثیل بن گیا۔

(ضیاء الحق)

نماز کی حکمت

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

یہ فطرتِ انسانی ہے کہ جب کوئی حکم دیتے وقت کسی شخص کو اُس حکم کی حکمت بھی بتا دی جائے تو وہ اُس پر پورے انشراحِ صدر سے عمل کرتا ہے۔ اسی بات کے پیشِ نظر قرآن مجید میں صرف نماز پڑھنے کا حکم ہی نہیں دیا گیا بلکہ کئی مقامات پر اس حکم کی غرض اور حکمت بھی بتا دی گئی ہے تاکہ ہر نماز پڑھنے والا بشاشت کے ساتھ اس پر عمل کر سکے۔ ذیل میں ہم سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ایک قیمتی مضمون تفسیر کبیر جلد پنجم جزو اوّل سے درج کرتے ہیں جس میں نماز کی حکمتوں میں سے ایک لطیف حکمت بیان کی گئی ہے۔　　　　(ادارہ)

اسلام میں جس قدر احکام دیئے گئے ہیں اُن میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے، کوئی نہ کوئی غرض ہے جس کو مدِّنظر رکھتے ہوئے وہ احکام دیئے گئے ہیں۔ کوئی حکم نہیں دیا گیا مگر اسی صورت میں کہ اُس کا فائدہ بنی نوع انسان کو پہنچ سکتا تھا اور کسی بات سے نہیں روکا گیا مگر اسی صورت میں کہ اُس کا نقصان بنی نوع انسان کو پہنچ سکتا تھا اور یہ اسلامی شریعت کی باقی شریعتوں پر ایک امتیازی فوقیت ہے۔ باقی شریعتوں کے احکام کسی حکمت اور فلسفہ کے ماتحت نہیں مگر اسلام نے کوئی حکم بھی ایسا نہیں دیا جس میں کوئی حکمت اور غرض مدِّنظر نہ ہو۔ مثلاً نماز کو ہی لے لو، اللہ تعالیٰ نے اگر ایک طرف ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے تو اس کے ساتھ ہی اُس نے نماز کا فائدہ بھی بیان کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (سورۃ عنکبوت ع ۵) نماز انسان کو بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے یعنی نماز میں ایسی تعلیمیں دی گئی ہیں اور ایسے اعلیٰ اور بلند مقاصد انسان کے سامنے رکھے گئے ہیں کہ اگر انسان صحیح طور پر نماز پڑھے تو یقیناً وہ فحشاء اور منکر سے بچ جائے گا۔ فحشاء کے معنے ہوتے ہیں ہر وہ غلطی جو بہت ہی معیوب ہو اور جس کا عیب اتنا ظاہر ہو کہ لوگ اُس کی طرف انگلیاں اُٹھانے لگ جائیں اور کہنے لگیں کہ دیکھو یہ کتنی بُری حرکت ہے اور منکر کے معنے ہوتے ہیں ہر ایسا قول یا فعل جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔ یہ نماز کا فائدہ ہے جو قرآن کریم نے بیان کیا۔ اب اگر ہم اور احکام کو جانے دیں اور صرف اسی حکم پر غور کریں تو اس حکم میں ہمیں اسلام کی فضیلت نہایت نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے اور ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ واقعہ میں اگر کوئی

شخص سچے دل سے نمازیں پڑھے تو وہ فحشاء اور منکر سے بچ جائے گا۔ ہر مسلمان دن رات میں پانچ نمازیں پڑھتا ہے اور ہر نماز میں کچھ فرض ہوتے ہیں اور کچھ سنتیں ہوتی ہیں اور کچھ نوافل ہوتے ہیں اور پھر تہجد اور اشراق وغیرہ کی بھی نمازیں ہیں۔ ان سب نمازوں میں وہ سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے اور نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی اے خدا! میری زندگی میں بعض کام بُرے ہوں گے اور بعض ایسے ہوں گے جو پسندیدہ ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق کے مطابق ہوں گے اور بعض ایسے ہوں گے جو ناپسندیدہ ہوں گے اور اخلاقی معیار سے گرے ہوئے ہوں گے' الٰہی میری دُعا تجھ سے یہ ہے کہ تو ہمیشہ میرا قدم ایسے راستہ پر رکھیو جو صراط مستقیم پر ہو' جس پر چلنے کے نتیجہ میں کسی قسم کا ظلم نہ ہو' کسی قسم کی تعدّی نہ ہو' کسی قسم کی بے حیائی نہ ہو' اور جس پر چل کر میں ہر قسم کے نقصانات سے محفوظ رہوں۔ اب جو شخص دن رات اللہ تعالےٰ سے یہ دُعا کرتا رہے گا اور دُعا بھی سچے دل سے کرے گا وہ بُرائیوں اور گناہوں میں ملوّث ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔ اگر اس کے سامنے شہوات کا سوال آئے گا تو فوراً اس کے دل میں خیال پیدا ہوگا کہ میں سیدھے راستے پر چلوں یعنی شہوات کو پورا کرنے کے جو حلال طریق اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں ان کو اختیار کروں' ناجائز اور حرام راستہ اختیار نہ کروں۔ کھانے پینے کا سوال آئے گا تو فوراً اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم آجائے گا کہ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (اعراف ع ۳) یعنی کھاؤ اور پیو مگر اسراف سے کام نہ لو۔ معاملات کی طرف آئے گا تو فوراً اس کے سامنے یہ بات آجائے گی کہ میں نے دھوکہ بازی نہیں کرنی' دغا اور فریب سے کام نہیں لینا' کیونکہ ایسا کرنا ظلم کی بات ہے۔ غرض جو شخص یہ سمجھ کر دُعا کرے گا کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں تمسخر نہیں کر رہا' ہنسی نہیں کر رہا۔ وہ کھانے پینے کے معاملات ہیں' دوستوں کے تعلقات ہیں' بیوی بچوں سے سلوک کرنے میں' شہریت کے حقوق اور فرائض ادا کرنے میں' غیر ممالک اور اقوام سے تعلقات رکھنے میں ہمیشہ یہ غور کرتا رہے گا کہ میں وہ راستہ اختیار کروں جو سیدھا ہے اور جس میں کسی قسم کی کجی نہیں پائی جاتی۔ آخر جو شخص خدا سے کچھ مانگے گا وہ خود اس کے مطابق عمل کرنے کے لئے کیوں تیار نہیں ہوگا۔ کیا کوئی شخص کبھی یہ دُعا کیا کرتا ہے کہ یا اللہ مجھے ہیضہ ہو جائے۔ وہ کیوں یہ دُعا نہیں کرتا اس لئے کہ وہ ہیضہ کو بُرا سمجھتا ہے۔ اگر وہ اچھا سمجھتا تو اللہ تعالیٰ سے ضرور مانگتا۔ پس وہی چیز انسان اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے جسے وہ اپنے لئے اچھا سمجھتا ہے اور جب وہ کسی چیز کو اچھا سمجھے گا تو لازماً اس کو حاصل کرنے کی کوشش بھی کرے گا۔ پھر یہیں تک بس نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کرتا ہے کہ الٰہی مجھے سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما بلکہ وہ ساتھ ہی یہ دُعا بھی کرتا ہے کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ الٰہی! میری یہی خواہش ہی نہیں کہ تو مجھے سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما بلکہ میری یہ بھی خواہش ہے کہ تو مجھے اُن لوگوں کے راستے پر چلا جو تیرے دربار میں خاص طور پر مقرب ہیں۔ میں عام لوگوں کے راستہ پر

نہیں چلنا چاہتا میں درمیانی درجہ کے لوگوں کے راستہ پر بھی نہیں چلنا چاہتا بلکہ میں اُن اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی خواہش رکھتا ہوں جنہوں نے تجھ سے انعامات حاصل کئے اور جو منعم علیہ گروہ میں شامل ہوئے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ منعم علیہ گروہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (سورہ نساء ع ۹) یعنی منعم علیہ گروہ وہ ہے جس میں نبی، صدیق، شہید اور صالح شامل ہیں۔ پس یہی نہیں کہ ہر مومن نمازمیں پانچ وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے یا اللہ مجھے بدی سے بچا، یہی نہیں کہ ہر مومن نماز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ یا الٰہی مجھے نیکی کی توفیق عطا فرما، بلکہ ہر مومن نماز میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ یا الٰہی مجھے عیسیٰؑ اور موسیٰؑ والی نیکی دے، یا اللہ مجھے اسی طرح گناہ سے بچا جس طرح تو نے نوحؑ اور یعقوبؑ اور یوسفؑ اور دوسرے انبیاء کو بچایا۔ یہ کتنا بلند مقام ہے جس کو حاصل کرنے کی دعا سکھائی گئی ہے اور کتنا جوش ہے جو اس میں پایا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص سچے دل سے نماز پڑھتا ہے تو لازمی طور پر وہ اُس مقام کے حصول کے لئے کچھ تو جدّوجہد کرے گا اور جب وہ جدّوجہد کرے گا تو لازمی طور پر وہ ان دوسروں کی نسبت جن کے دلوں میں یہ جوش نہیں پایا جاتا بہتر حالت میں ہوگا اور اس دعا کے نتیجہ میں وہ ہر قسم کی بدیوں سے بچ جائے گا اور ہر قسم کی نیکیوں کو حاصل کرے گا۔"

(تفسیر کبیر جلد پنجم جزء اوّل صفحہ ۱۸۸-۱۸۹)

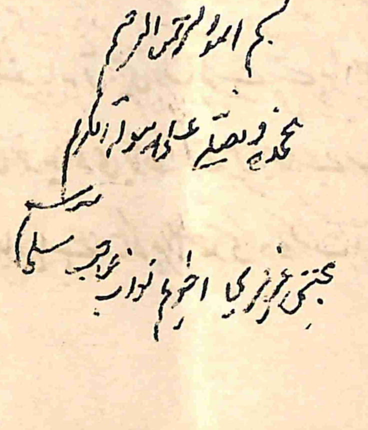
خدا تعالیٰ دوستوں کو وہ اعتقاد بخشے جو صحابہؓ کو عطا کیا گیا تھا

میں یقین رکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں سے جن کے دل صاف ہیں خدا تعالیٰ ضرور اُن کو ایمانی ترقی بخشے گا!

مسیح پاک علیہ السلام کا ایک نہایت اہم اور گرانقدر مکتوب

قبل ازیں اِس امر پر روشنی ڈالی جا چکی ہے کہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف مالیر کوٹلہ کے نام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوب گنجہائے گرانمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ خطوط علوم و معارف اور حقائق و دقائق کی ایک کان ہیں۔ جتنی مرتبہ انہیں پڑھو ہر مرتبہ معرفت کے نئے نئے نکات نگاہوں کے سامنے آتے ہیں جن پر غور کرنے سے روحانی کیف و سرور رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتا ہے۔ ان مکتوبات میں سے ذیل میں ایک اور گرانقدر مکتوب ہدیۂ احباب کیا جا رہا ہے۔ ہر چند کہ اِس مکتوب میں ایک وعید کا ذکر بھی آتا ہے تاہم یہ جماعت کے لئے ایک عظیم الشان دعا اور بشارت پر مشتمل ہے اور بطور خاص طور پر حضرت نواب صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں تو یہ مکتوب خوشنودی اور قبولیت کی ایک نہایت ہی بیش بہا سند کی حیثیت رکھتا ہے جو آپ کی خوش بختی، بلند اقبالی اور رفعتِ شان کی آئینہ دار ہے:۔

حضور علیہ السّلام کے مکتوب کا عکس


بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
محبی عزیزی اخویم نواب محمد علی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بحمدہ [illegible] خیریت سے

اللہ تعالیٰ آپ کو تمام غم ہموم سے نجات بخشے

میری طبیعت پر بہشت [illegible] الٰہی کی حرارت کی کثرت رہتی ہے اور

دوران سر کی شکایت رہتی ہے اور بعض اوقات ضعف [illegible]

ایسا ہو جاتا ہے کہ ہاتھ پیر سرد ہو کر ایسے ہو جاتے ہیں

کہ گویا [illegible] اور زندگی کا خطرہ [illegible]

پھر کثرت سے دعا کی ہے وہ حالت جاتی رہتی ہے [illegible]

کئی روز دیکھا کہ ایسا ہوتا ہے [illegible]

جب [illegible] رویا [illegible] کی معرفت بیان فرمائے

[illegible]

وہ اعتقاد مجھے ہے کہ [illegible] اللہ [illegible]

اور یقین [illegible]

اور روح [illegible] اور [illegible] ترقی کے [illegible]

خدا تعالیٰ صرف ان کو اخلاقی ترقی بخشے گا اور جو لوگ
بندگانِ الرحمٰن اور دنیا پرستی سے بچتے ہیں اور دنیا کی
دین کا مقدم رکھتے ہیں میں سمجھتا ہوں ان کی حالت سے امید
کر کے پر تکبر گناہ اور انکار اور بلادت خارج ہو جاتی ہے
اپنی میں اخلاص کے لئے بہت ہی خوش ہو کہ تم خدا تعالیٰ کی
فضل اور کرم سے آتش کو برکت ہو ... دلی ہمدردی

اور خلافت کا نمونہ ہمارا لیس یہ ہمارا امتحان تھا جو
کہ آپ کی دنیا کی ترقی کی وجہ سے ہم نہیں کرتا
لیکن اب ان سے محبت زندگی میں ہے ایک
ایسے ہتھیار میں جس سے آخر ہر ایک اٹھتا ہے کہ
دعا تیری سے میں بنایا ہوں کہ کوئی اور ہے دعا میں
سکوں ہے اور ریویو کہ یہ دعا میرا ہی ہوا
جانتی ہو تم ایک معجزہ طور پر دیکھو میں اٹھی اور

رضی اللہ عنہا کی نسبت مشہور ہے کہ ایک دفعہ جب آپ [illegible] کا

مسجد میں غصہ دلانے کی کوشش کی گئی کہ انہیں دل ناراض کر دیا جائے

پیش کرنا چاہتے ہیں [illegible] جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی

رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اور شیطان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں سے

اس حملہ کو اللہ نے ناکام کر دیا ہے — [illegible]

کہ اگر آپ [illegible] کے ساتھ [illegible] کا [illegible]

تو انجام [illegible] رہا اور [illegible] ناکام اتر [illegible]

باقی [illegible] — میری طرف سے اور اہلیہ محمود کی

طرف سے اپنے گھر میں السلام علیکم کہنا اور بچوں کو

پیار

خاکسار

مرزا بشیر احمد

مکتوب گرامی کی عبارت :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ بحمد اللہ اس جگہ سب طرح سے خیریت ہے ۔ اللہ تعالیٰ

آپ کو تمام ہموم و غموم سے نجات بخشے آمین۔ میری طبیعت بہ نسبت سابق اچھی ہے صرف کثرتِ پیشاب اور دوران سر کی شکایت ہے اور بعض اوقات ضعفِ قلب ایسا ہو جاتا ہے کہ ہاتھ پَیر سرد ہو کر ایسے ہو جاتے ہیں کہ گویا ان میں ایک قطرہ خون نہیں اور زندگی خطرناک معلوم ہوتی ہے، پھر کثرت سے دبانے سے وہ حالت جاتی رہتی ہے۔ مَیں تو جانتا ہوں کہ ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تا وہ پیشگوئی پوری ہو جاتی کہ جو دو زرد چادروں کی نسبت بیان فرمائی گئی ہے۔ دشمن ہر طرف جوش و خروش میں ہے۔ خدا تعالیٰ دوستوں کو وہ اعتقاد بخشے کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو عطا کیا گیا تھا اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں سے جن کے دل صاف ہیں اور رُوح پاک ہیں اور ایمانی ترقی کی استعداد رکھتے ہیں خدا تعالیٰ ضرور اُن کو ایمانی ترقی بخشے گا اور جو لوگ نفسانی اغراض اور دُنیا پرستی سے سخت ملوث اور دُنیا کو دین پر مقدم رکھتے ہیں مَیں ہمیشہ اُن کی حالت سے ڈرتا ہوں کہ ٹھوکر نہ کھاویں اور ایمان اور سعادت سے خارج نہ ہو جاویں لیکن مَیں اِس بات کے لکھنے سے بہت ہی خوش ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے آپ میں ہر ایک موقعہ پر دلی ہمدردی اور اخلاص کا نمونہ پایا۔ پس یہ نشان اِس بات کا ہے کہ گو آپ کو دُنیا کے تردّد کی وجہ سے ہزارہا غم ہوں لیکن بہر حال آپ دین سے محبت رکھتے ہیں۔ یہی ایک ایسی چیز ہے جس سے آخر کار ہر ایک غم سے رہائی دی جاتی ہے۔ لیکن جہاں تک مجھ سے ممکن ہے آپ کے لئے دعا میں مشغول ہوں اور میرا ایمان ہے کہ یہ دُعائیں خالی نہیں جائیں گی، آخر ایک معجزہ کے طور پر ظہور میں آئیں گی۔ اور مَیں انشاء اللہ دُعا کرنے میں سُست نہیں ہوں گا جب تک اِس قسم کا معجزہ نہ دیکھ لوں۔ پس آپ کو اپنے دل پر غم غالب نہیں کرنا چاہیئے ہوتے ..... ہوتا ہے جیسا کہ سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ مصیبت اور ابتلا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں ہر حملہ کہ داری بکنی نامردی۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آپ صبر کے ساتھ آخری دن کا انتظار کریں گے تو انجام کار میری دعاؤں کا نمایاں اثر ضرور دیکھ لیں گے۔ باقی سب خیریت ہے۔ میری طرف سے اور والدہ محمود کی طرف سے اپنے گھر میں السلام علیکم کہہ دیں اور بچوں کو پیار۔

راقم خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

خط کے آخر میں حضور کے ہی قلم سے حسب ذیل نوٹ بھی درج ہے:۔

مکرر یہ کہ اپیل خدا تعالیٰ کے فضل سے منظور ہو گیا ہے اور سات سو روپیہ جیسا کہ دستور ہے

انشاء اللہ واپس مل جائے گا۔ اس لئے میں نے کہہ دیا ہے کہ جب وہ روپیہ ملے تو وہ آپ کی خدمت میں بھیج دیا جائے کیونکہ مشکلات کے وقت میں آپ کو ہر طرح روپیہ کی ضرورت ہے۔ والسلام غلام احمد عفی عنہ

(نوٹ:۔ اپیل بمقدمہ کرم دین کا فیصلہ ۷ رجنوری ۱۹۰۵ء کو لکھا گیا تھا اس لئے یہ اس کے بعد کا مکتوب ہے ——— بحوالہ مکتوبات احمدیہ جلد ہفتم صفحہ ۳۱)

یہ گراں قدر مکتوب اس لحاظ سے نہایت درجہ اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں حضور علیہ السلام نے احباب جماعت کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور ایک دعا کی ہے جو اس امر کی آئینہ دار ہے کہ حضورؑ اپنی جماعت کے افراد کو ایمانی ترقی کے لحاظ سے کس معراج پر پہنچانا چاہتے تھے۔ وہ دعا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ میں شامل ہونے والوں کو وہ ایمان اور وہ اعتقاد بخشے جو آپ کے آقا و مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو عطا کیا گیا تھا کہ جس کی مدد سے انہوں نے مشکلات و مصائب کا بے جگری سے مقابلہ کر کے صبر و ثبات اور اولوالعزمی کا وہ شاندار مظاہرہ کیا تھا جو رہتی دنیا تک زندہ و تابندہ رہے گا۔ پھر حضورؑ کو اس دعا کی قبولیت پر ایسا یقین تھا کہ فرماتے ہیں کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں سے جن کے دل صاف ہیں اور جو پاک روح رکھتے ہیں اور ایمانی ترقی سے بہرہ ور ہیں انہیں خدا تعالیٰ ضرور ایمانی ترقی بخشے گا اور وہ مشکلات و مصائب کے وقت جن کا اس راہ میں پیش آنا ضروری ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی طرح صبر و ثبات اور اولوالعزمی کا ثبوت دیں گے۔ یہ ایک بشارت تھی جو نہایت شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ اس میں کیا شک ہے کہ آپ کے اپنے اصحاب نے اخلاص و عقیدت، صدق و وفا اور جاں نثاری و فداکاری کے وہ وہ اعلیٰ نمونے دکھائے جن کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی اور جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ کا کام دیتے رہیں گے اور وہ ان پر محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کرتی رہیں گی۔ حضور علیہ السلام کی اس دعا اور بشارت کے ہم بھی مصداق بن سکتے ہیں بشرطیکہ ہم بھی اسی طرح صاف دل اور پاک روح ہو کر اپنے اندر ایمانی ترقی کی استعداد پیدا کر لیں۔ ہمارا اپنے آپ کو حضورؑ کی اس دعا اور بشارت کا مصداق بنانا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہی وہ معراج ہے جس تک حضورؑ جماعت کے ہر فرد کو پہنچانا چاہتے تھے۔ اس کے بغیر ہم خدائی تائید و نصرت کے حقدار نہیں بن سکتے اور اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے جس مقصد کے خاطر اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کو قائم فرمایا ہے۔

ایک اور نہایت اہم امر جس کی طرف اس مکتوب میں حضورؑ نے توجہ دلائی ہے یہ ہے کہ ایمانی ترقی سے

غفلت انجام کار بہت خطرناک نتائج پر منتج ہو سکتی ہے۔ ایسے لوگ بسا اوقات دل کو زنگ لگ جانے کے باعث نفسانی اغراض اور دُنیا پرستی میں ملوّث ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ دُنیا کو دین پر اس درجہ مقدم کر لیتے ہیں کہ بالآخر ٹھوکر کھا کر ایمان اور سعادت سے یکسر بے نصیب ہو بیٹھتے ہیں اسی لئے حضورؑ نہایت فکرمندی اور درد کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو لوگ نفسانی اغراض اور دُنیا پرستی سے ملوّث ہو کر دنیا کو دین پر مقدم کر لیتے ہیں میں ہمیشہ اُن کی حالت سے ڈرتا ہوں کہ ٹھوکر نہ کھاویں اور ایمان اور سعادت سے خارج نہ ہو جاویں۔ اس لحاظ سے ایسی حالت جو ایمان میں ترقی کی بجائے جمود کی کیفیت پر دلالت کرتی ہو خطرہ سے خالی نہیں ہوتی اس سے نکلنے کی جلد فکر کرنی چاہیئے اور ایسی حالت اپنے اوپر وارد کرنی چاہیئے کہ جس کے نتیجہ میں ایمان میں ترقی ہوتی رہے۔

پھر تیسرا امر جو اس گرانقدر مکتوب سے واضح ہوتا ہے وہ اخلاص و عقیدت اور صدق و وفا میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قابلِ رشک نمونہ ہے۔ کیسی خوش بختی و خوش نصیبی اور کامیابی و فائز المرامی ہے جو آپ کے حصہ میں آئی کہ آپ کے نیک نمونہ سے متاثر ہو کر حضور علیہ السلام نے آپ کو خوشنودی اور قبولیت کی سند سے سرفراز فرمایا۔ کیا ہی پیارے اور محبت بھرے الفاظ ہیں اس سند کے۔ حضورؑ فرماتے ہیں :-

"مَیں اس بات کے لکھنے سے بہت ہی خوش ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے آپ میں ہر ایک موقع پر دلی ہمدردی اور اخلاص کا نمونہ پایا۔ بس یہ نشان اس بات کا ہے کہ گو آپ کو دُنیا کے تردّد کی وجہ سے ہزارہا غم ہوں لیکن بہرحال آپ دین سے محبت رکھتے ہیں یہی ایک ایسی چیز ہے جس سے آخر کار ہر ایک غم سے رہائی دی جاتی ہے۔"

خوشنودی کی یہ بیش بہا سند حضرت نواب صاحب مرحومؓ کے علوِ مرتبت اور خوش بختی و بلند اقبالی کی تو آئینہ دار ہے ہی اس میں ساری جماعت کے لئے ایک بہت بڑی نصیحت اور موعظت بھی مضمر ہے اور وہ یہ کہ دُنیا کے تردّدات اور سیلابِ ہموم و غموم سے نجات کا صحیح اور یقینی طریق یہ ہے کہ انسان خدا اور اُسکے دین کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دے اور خدمتِ دین کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دے۔ خدا تعالیٰ ایسے انسان کے ہموم و غموم اور تفکرات و تردّدات کو نابود کر دیتا ہے۔

خدا تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی اس عظیم الشان دُعا اور بشارت کا مصداق بننے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم میں سے ہر ایک خوشنودی اور قبولیت کی وہی سند حاصل کرنے کا اہل ثابت ہو جو حضرت نواب صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی دُنیا میں مسیح پاک علیہ السلام کے قلمِ معجز رقم سے ملی۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

بعث بعد الموت یعنی اُخروی زندگی

(مکرم جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا)

(۱)

انسان کے لئے سب سے زیادہ اہم مسئلہ اُس کی اپنی زندگی ہی ہے۔ اگر یہ زندگی یہیں ختم ہو جاتی ہے اور انسان کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جاتا تو پھر اہم ترین چیز یہاں کی زندگی اور اسے اچھی طرح گزارنے کے سامان ہی ہونگے لیکن اگر انسان کو مرنے کے بعد زندہ کیا جاتا ہے اور ایک لامتناہی زمانہ کے لئے اسے دوسری زندگی دیجاتی ہے تو پھر سب سے زیادہ اہم اُس اُخروی زندگی کو بہتر بنانا ہے۔ اِس فانی دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ انسان تھوڑے عرصہ کے لئے بھی تکلیف اور مصیبت کو پسند نہیں کرتا اسی لئے وہ یہاں ایسے سامان مہیا کرتا ہے کہ تکالیف اور مصائب سے بچ سکے۔ روپیہ کا کمانا، صحت کا خیال رکھنا، شادی کرنا، بچے پیدا کرنا اور اسی قسم کی تمام دوسری کوششیں اسی غرض کے پورا کرنے کے لئے ہیں کہ انسان کو اِس زندگی میں راحت اور آرام مل سکے۔ سو اگر مرنے کے بعد ایک ایسی زندگی ہے جو سینکڑوں سال نہیں، ہزاروں سال نہیں، لاکھوں سال نہیں، کروڑوں سال نہیں، بلکہ اربوں ارب سال اور لا انتہا زمانہ کے لئے ہے تو اُس میں راحت و آرام کی اہمیت بھی بے انتہا ہوگی اور تکلیف کی اہمیت بھی بے انتہا۔

درحقیقت باقی سب مسائل اسی لئے ضروری ہیں کہ انسان کی زندگی بہتر بن سکے۔ خدا تعالیٰ کی ذات ہے اُس پر ایمان اور اُس کی شناخت اور معرفت کی اسی لئے ضرورت ہے کہ وہ راستے معلوم ہو سکیں جن پر چل کر انسان کو حقیقی اور دائمی راحت اور آرام مل سکتا ہو۔ فرشتوں، نبیوں اور کتب سماویہ پر ایمان لانا بھی اِسی غرض کے لئے ہے۔ غرضیکہ سارے جسمانی اور رُوحانی نظام کا مقصود انسان کی زندگی کو بہتر بنانا ہے اور ایسے سرچشمہ سے اُس کا تعلق پیدا کرنا ہے جو حقیقی اور دائمی راحت کا سرچشمہ ہے۔ اِسی وجہ سے ہمارے خالق اور مالک نے ہمیں اپنی ذات اور صفات سے شناسا کرنے کے بعد اور اُن کی ایسی تفصیل بیان کرنے کے بعد جس سے ہمارے لئے اس کی معرفت اور محبت کا دروازہ کھُل سکے اپنے پاک کلام میں سب سے زیادہ ذکر اُخروی زندگی کا فرمایا ہے اور سب سے زیادہ اہمیت اس پر ایمان لانے کو دی ہے۔

قرآن کریم نے مختلف پہلوؤں سے اِس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اوّل یہ بتایا ہے کہ اُخروی زندگی

کے ماننے کے لئے کیا دلائل ہیں۔ دوسرے اس بات کا جواب دیا ہے کہ انسان مرنے اور گلنے سڑنے کے بعد کس طرح زندہ ہو سکتا ہے اور کیا خدا تعالیٰ یہ قدرت رکھتا ہے کہ ایسا کرے۔ تیسرے اس اُخروی زندگی کی کیفیات کیا ہیں یعنی وہ کس طرح کی زندگی ہے۔ چوتھے اس کے بہتر بنانے کے وسائل کیا ہیں۔

اُخروی زندگی کا وجود اور اُس کے دلائل

سب سے پہلے میں اس سوال کو لیتا ہوں کہ اُخروی زندگی کی ضرورت کیوں ہے؟ قرآن کریم اس کا جواب ان الفاظ میں دیتا ہے:۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ج لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝ (المومنون: ۱۱۶، ۱۱۷)

کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث طور پر یعنی بے مقصد اور بچوں کے کھیل کی طرح پیدا کر دیا اور تم نے ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ۔ وہ سچا بادشاہ اس لغو فعل سے بالا ہے وہ تمام اُن صفات کا مالک ہے جو معبود حقیقی میں ہونی چاہئیں۔ وہ جُود و کرم کے عرش کا رب ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اس کارخانۂ عالم کو بنانے اور انسان کو پیدا کرنے میں کوئی خاص حکمت اور مقصد ہے۔ خدا نے یہ کوئی بچوں کی کھیل نہیں کھیلی کہ ایک چیز بنائی اور ڈھادی اور بس۔ یہ اُس سچے بادشاہ اور معبود حقیقی اور جُود و کرم والے رب کی شان کے خلاف ہے کہ وہ ایسا کرے۔ اُس نے اس نظام کو پیدا کرنے اور انسان کو بنانے کے بعد اُس پر اپنی حکومت قائم کی اور اُسے اپنے احکام کی پابندی کا حکم دیا۔ پھر کیا یہ ہو سکتا تھا کہ انسانوں میں سے خواہ کوئی پابندی کرے یا نہ کرے اُن سے کوئی باز پرس نہ ہوتی؟ کیا وہ انسان جس کے لئے خدا تعالیٰ نے کروڑوں کروڑ نعمتیں پیدا کیں اور پھر اُسے اپنی عبادت کا حکم دیا اُس سے اِن نعمتوں کے استعمال کے متعلق نہ پوچھا جاتا اور یہ نہ دیکھا جاتا کہ اُس نے واقعی اپنے آقا کو معبود بنایا ہے یا نہیں؟ اور کیا اُسکو ادھورا اور ناتمام ہی چھوڑ دیا جاتا؟ وہ خدا سب جُود و کرم کا مالک ہے اور اُس کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ انسان کو اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیات پر لے جائے اور کوئی ایسا مقام نہ ہو جہاں اُس کی ترقیات رُک جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کیسی حکمتوں کا اس ایک ہی آیت میں ذکر فرما دیا۔ وہ ملک الحق ہے اپنے احکام کی پابندی پر نظر رکھنا اس کا کام ہے پس جنہوں نے پابندی کی اُن کو وہ جزا دیتا ہے اور جنہوں نے سرکشی اختیار کی اُن کو وہ سزا دیتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دُنیا میں تو جزا سزا کی تکمیل نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات نیک لوگ ہمیں تکلیف میں نظر آتے ہیں اور بدکردار آرام و آسائش میں۔ دراصل یہ جہان تو دارالابتلاء ہے جہاں نیک لوگوں کو تکالیف برداشت کر کے خدا کی محبت کا ثبوت دینا پڑتا ہے اور انسانی ہمدردی میں اپنے آپ کو ہلاک کرنا پڑتا ہے۔ پس سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کو

جزا کب دی جائے گی؟ ان کی بے پناہ محبتِ الٰہی کی وجہ سے خدا ان کے لئے اپنے چہرہ سے پردہ کب اور کہاں اٹھائے گا؟ اُن کو اپنی دائمی ہمسائیگی میں کہاں رکھے گا؟ اور سرکشوں کا علاج کر کے اور اُن کی اصلاح کر کے اُن سے اپنی معبودیت کو کہاں تسلیم کرائے گا؟ یہاں تو وہ اور چیزوں کو ہی اپنا معبود بنائے بیٹھے ہیں۔ وہ کونسا ہسپتال ہے جہاں اُن کا علاج کیا جائے گا؟ اِن دونوں قسم کے لوگوں کے لئے ایک اُخروی زندگی کی ضرورت ہے جہاں نیکوں کو اُن کا بدلہ اور بدوں کو اُن کا بدلہ دیا جائے تاکہ اس سچے بادشاہ کی حکومت برحق ثابت ہو۔ تمام انسانوں کی کامل اصلاح کر کے بالآخر اُن کا وہ خود ہی معبود قرار پائے اور اُس کا معبود ہونا مسلّم ٹھہرے اور کوئی اس کی معبودیت سے آزاد نہ ہو سکے۔ یہ کہاں کیا جائے گا؟ اُس اُخروی زندگی میں۔ پھر اُس جُود و کرم کے مالک کے جُود و کرم کا انتہائی اظہار کہاں ہوگا؟ وہ کونسی جگہ ہوگی جہاں انسان کی تمام کمزوریاں اور ناتوانیاں دُور کر دی جائیں گی اور خدا کی ربوبیت کا تقاضا اُن کے متعلق پورا ہوگا کہ نہ کبھی وہ بیمار ہوں، نہ کمزور ہوں، نہ بوڑھے ہوں، نہ کسی طور سے اُن کی طاقتیں زائل ہوں اور وہ اپنے رب کی معرفت میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں یہاں تک کہ جس طرح وہ خود غیر محدود صفات کا مالک ہے اُن کو بھی غیر محدود ترقیات دے دے اور اُن کی پیدائش کی غرض پوری ہو؟

اِسی مضمون کو ایک اور آیت میں اِن الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران ۱۹۱، ۱۹۲)

یعنی تحقیق آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں ان عقلمندوں کیلئے نشان ہیں جو کہ یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے اور غور و فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اے ہمارے رب تُو نے یہ سب کچھ باطل یا عبث طور پر اور بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ تو پاک ہے اِس بات سے۔ پس تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

غور و فکر کرنے والوں کے لئے آسمانوں اور زمین کا بلیغ اور محکم نظام جس کے کسی حصّہ میں کوئی نقص نظر نہیں آتا، بلکہ ہر کَل اور پُرزہ اپنی اپنی جگہ پر نہایت عمدہ طور پر فٹ ہے اور نہایت اچھی طرح سے کام کر رہا ہے بتاتا ہے کہ یہ سب کچھ کھیل اور تماشہ کے طور پر نہیں بنایا گیا بلکہ اِس کا کوئی خاص مقصد ہے اور وہ مقصد ہے انسانوں کو اُس زندگی کے لئے تیار کرنا جو موت کے بعد آنے والی ہے اور جہاں انسان کے اعمال کا محاسبہ ہوگا اور اُسے

جزا اور سزا دی جائے گی اس لئے ایسا غور کرنے والوں کے مُنہ سے بے اختیار نکلتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچانا، کہیں ہم اُن لوگوں میں سے نہ ہو جائیں جو اِس پیدائش کے صحیح مفہوم کو نہ سمجھتے ہوئے اپنا وقت کھیل اور تماشہ میں ضائع کر دیتے ہیں اور جنّت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسانی اعمال کو محفوظ کرنے کا ایک مکمّل انتظام کیا ہوا ہے۔ سائنس نے تو اب پچاس سال کے اندر یہ بات دریافت کی ہے کہ انسان کا ہر قول اور فعل فضا میں محفوظ رہتا ہے اور اسے دُہرایا جا سکتا ہے اور اِس بنا پر ہی ریڈیو ایجاد ہوا ہے لیکن ہمارے خدا نے یہ بات آج سے چودہ سَو سال پہلے نہایت احسن طریق سے بیان فرما دی تھی۔ فرماتا ہے:-

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۝

(الانفطار ۱۰ تا ۱۷)

خبردار! تم جزا سزا کے قائل نہیں اور اسکی تکذیب کرتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر محافظ مقرر کر دیئے ہیں جو کہ معزز لکھنے والے ہیں یعنی لکھنے میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتے۔ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔ یعنی تمہارے اعمال کا کوئی حصّہ اُن سے چھپا ہوا نہیں ہوتا۔ اور یہ انتظام حفاظتِ اعمال کا ہم نے اسلئے کیا ہے کہ نیکوکاروں کو اعلیٰ درجہ کی نعمت کی جگہ میں اور بدکاروں کو بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کیا جائے گا اس جزا سزا کے دن اور وہ اس سے بچ نہیں سکیں گے بلکہ لازماً اُن کو وہ قبول کرنا پڑے گا۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے معزز لکھنے والوں کا ذکر فرمایا ہے جو درحقیقت وہی نظامِ الٰہی ہے جو ہر انسان کے ہر قول و فعل کو فضا میں بلاکم و کاست محفوظ کرتا چلا جاتا ہے۔ اور اس کی غرض خدا تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ نیکوں کو اُن کے اعمال کا نیک بدلہ دیا جائے اور بدوں کو سزا دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا اِس نہایت عظیم الشان نظامِ حفاظتِ اعمال کو قائم کرنا یونہی بے مقصد نہیں ہو سکتا۔ ہر انسان کے ہر قول اور فعل اور اس کے ہر خیال کی مسل تیار ہو رہی ہے جو فلم کی طرح ہے۔ ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟ مسلیں یا تو اُن کے حسنِ کارکردگی کی بنائی جاتی ہیں جن کو حکومت نے انعام دینا ہوتا ہے اور یا پھر اُن کی بنائی جاتی ہیں جنہوں نے کوئی جرم کیا ہوتا ہے اور اُن کو اس جرم کی سزا دینی ہوتی ہے۔ یہی حال خدائی حکومت کا ہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں بیان فرمایا ہے:-

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ

یعنی کیا اُن لوگوں نے جنہوں نے بدیاں کیں یہ خیال کیا ہے

اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (الجاثیہ: ۲۲، ۲۳)

کہ ہم اُن کو اُن لوگوں کی طرح بنائیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور اُن کی زندگی اور موت دونوں ایک جیسی ہوں۔ بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تو آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا (یعنی فضول اور لغو طور پر پیدا نہیں کیا) تاکہ ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے اور کوئی کمی نہ رکھی جائے۔

گویا دُنیا کی زندگی میں تو بسا اوقات بدکار بھی آرام اور آسائش حاصل کر جاتے ہیں اور نیک تکالیف اٹھاتے ہیں اگر یہی زندگی ہوتی تو یہ تو بے انصافی تھی کہ خدا کا حکم ماننے والے اور اُس سے سرکشی اختیار کرنے والے میں کوئی فرق نہ ہو۔ یہ بات تقاضا کرتی ہے کہ ایک اُخروی زندگی ہو جس میں اس فرق کو ظاہر کیا جائے۔

اعمال کی حفاظت کے متعلق اور بھی آیات ہیں۔ مثلاً ایک جگہ فرماتا ہے:-

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝ (قٓ آیت ۱۹)

کہ انسان کوئی لفظ اپنے مُنہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک مستعد چوکیدار ان الفاظ کو محفوظ کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

ایک جگہ فرماتا ہے:-

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝ (الانعام: ۶۲، ۶۳)

اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تمہارے اُوپر محافظ بھیجتا ہے جو تمہارے اعمال کو محفوظ کر لیتے ہیں یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پکڑتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی رُوح قبض کر لیتے ہیں اور وہ حکم کی تعمیل میں کمی نہیں کرتے۔ پھر انہیں اللہ کی طرف جو اُن کا سچا آقا ہے لوٹایا جائے گا۔ یہ اچھی طرح سے سُن لو کہ تمہاری جزا کا فیصلہ اسی کے اختیار میں ہے اور وہ بہت جلدی حساب لینے والا ہے۔

مولیٰ کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ وہ بالآخر تمہارے اندر سے ہر قسم کی کمزوری کو نکال دیگا اور رُوحانی خوبصورتی پیدا کر دیگا تاکہ تم اس کے پاس رہنے کے لائق ہو جاؤ۔ یہاں تو اُس نے ہمیں صاحبِ اختیار بنایا ہے خواہ ہم کمزوریوں

کو دور کریں یا نہ کریں لیکن اُس دوسری زندگی میں وہ اس کام کو اپنے ذمہ لے لیگا اور ہر انسان کو جزا یا سزا کے ذریعہ اصلاح کر کے ترقی دے گا۔

حفاظتِ اعمال کے متعلق ایک آیت یہ ہے:۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝

(الکہف آیت ۵۰)

اور اُس وقت کتاب رکھی جائے گی پس تو مجرموں کو دیکھیگا کہ جو کچھ اسمیں ہے اُس سے ڈر رہے ہیں اور وہ کہیں گے افسوس یہ کیسی کتاب ہے کہ چھوٹی یا بڑی چیز کو بھی اس نے نہیں چھوڑا اور اسے محفوظ کر لیا۔ اور وہ اپنے اعمال کو حاضر پائیں گے۔ اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا یعنی ٹھیک ٹھیک اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے اس حفاظت کا انتظام صرف خارجی طور پر ہی نہیں کیا گیا اندرونی طور پر بھی کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے:۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝

(بنی اسرائیل: ۱۴، ۱۵)

اور ہم نے ہر انسان کی گردن میں اُس کے عمل کو باندھ دیا ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے اعمال کی ایک کتاب نکال کر اس کے سامنے رکھ دیں گے جس کو وہ بالکل کھلی ہوئی پائے گا اور اُسے کہا جائیگا اپنی کتاب خود ہی پڑھ کر دیکھ لے۔ آج تیرا نفس ہی تیرا حساب لینے کے لئے کافی ہے۔

ڈاکٹروں نے اب معلوم کیا ہے کہ انسان کی ہر حرکت اور اُس کا ہر فعل دماغی cells میں محفوظ ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ cells اربوں کی تعداد میں ہیں۔ ایک ایک cell میں ایک ایک حرکت محفوظ ہو جاتی ہے۔ ایک شخص کے دماغ کا اپریشن کیا جا رہا تھا۔ جب بجلی کے آلہ نے ایک حصۂ دماغ کو چھوا تو اُس کے سامنے ایک پرانا نظارہ بعینہٖ اسی طرح آ گیا کہ گویا وہ اس وقت اُس میں سے گزر رہا ہے۔ پس نہ صرف سب باتیں انسان کے دماغ کے ایک حصہ میں محفوظ ہوتی ہیں بلکہ اُن کو دُہرایا بھی جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کیا عجیب قدرت ہے اور کیسا مکمل انتظام حفاظتِ اعمال کا ہے۔ اگر اُخروی زندگی نہ ہو تو یہ سب لاحاصل اور بے معنی ہے۔

انسانی فطرت بھی اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ انسان کے لئے ایک نہ ختم ہونے والی زندگی ضروری

ہے۔ کوئی شخص اپنے لئے موت نہیں چاہتا اور اس سے بچنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ اکثر اوقات یہ زندگی آلام اور تلخیوں سے بھری ہوئی ہوتی ہے۔ وہ معدودے چند لوگ جو خودکشی کر لیتے ہیں اپنے دماغی توازن کو کھو بیٹھنے کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں ورنہ فطرتِ انسانی یہی ہے کہ انسان اپنے لئے فنا نہیں چاہتا۔ اس کی فطرت میں یہ کیوں رکھا گیا ہے؟ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ فی الحقیقت انسان فنا ہونے کے لئے پیدا نہیں ہوا اور اس کے لئے ایک لامتناہی زندگی ہے جس میں اس کی طاقتوں کو زیادہ سے زیادہ نشوونما دی جائے گی؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی سچ فرمایا ہے کہ یہ زندگی مزرع الآخرۃ ہے یعنی آخرت کی کھیتی ہے یہاں کی اُگائی ہوئی اور پکائی ہوئی کھیتی آخرت کی غیر محدود زندگی میں کام آئے گی اور یہی ساری اہمیت ہے اس زندگی کی۔ اِس لحاظ سے اس کا ایک ایک لمحہ نہایت قیمتی ہے کیونکہ وہ ایک ایک لمحہ کروڑوں کروڑ سال کے نتائج پیدا کرے گا۔ اور اگر اُخروی زندگی نہ ہوتی تو اِس کارخانۂ عالم کا بے انتہاء وسعت اور عجائبات رکھنا اور انسان کا اس میں اتنی بڑی طاقتوں کا حامل ہوکر آنا سب رائگاں ہوتا۔ کیونکہ وہ ایک نہایت مختصر بچند روزہ زندگی کے لئے ہوتا جس کے بعد اُس نے ہمیشہ ہمیش کے لئے چلے جانا تھا۔

یہ تمام دلائل ثابت کرتے ہیں کہ انسان کے لئے یقینی طور پر اُخروی زندگی ہے ورنہ انسان کی پیدائش عبث اور یہ کارخانۂ عالم باطل ٹھہرتا ہے۔

(باقی)

خاک کو کیمیا کر دینے والی اکسیر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"دُعا وہ اکسیر ہے جو ایک مُشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے"۔

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۱۶)

سینما بینی سے اجتناب کیوں ضروری ہے؟

احمدی نوجوانوں کیلئے بعض غور طلب امور!

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے)

اس امر کو تو اب اکثر لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ سینما بینی کی عادت نوجوانوں کے اخلاق پر بہت بُرا اثر ڈال رہی ہے اور اُن میں جرائم کے ارتکاب پر دلیری کا رجحان اس کے نتیجے میں ہی بڑھ رہا ہے۔ مَیں سرِدست اس تعلق میں احمدی نوجوانوں کے غور و فکر کیلئے بعض امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ تو اپنے اور پرائے سب جانتے ہیں کہ ہمارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدیوں کے لئے سینما دیکھنا ممنوع قرار دے رکھا ہے اور اکثر احباب حضور ایدہ اللہ کے ارشاد کی تعمیل میں اس سے مجتنب رہتے ہوئے اس کی مضرتوں سے محفوظ اور مامون و مصئون ہیں تاہم اس خیال کے پیشِ نظر کہ نئی نسلوں میں سے بعض نوجوان زمانہ کی مسموم فضا سے متاثر ہو کر کہیں اس رَو میں نہ بہہ جائیں جس میں بالعموم دُنیا کے دوسرے نوجوان بہے جا رہے ہیں ایک خاص نقطۂ نگاہ سے سینما بینی کی ممانعت کی حکمت اور اُس کی اہمیت کو واضح کرنا ضروری ہے۔

(۱)

سب سے پہلے میں دُنیا کے شوقین مزاج نوجوانوں کی ایک دلیل کا جو وہ سینما کے حق میں پیش کیا کرتے ہیں جائزہ لے کر قرآن مجید کی روشنی میں اس کا کھوکھلا پن ظاہر کرتا ہوں۔ ایسے نوجوان بالعموم کہا کرتے ہیں کہ ذہنی بلوغت کو پہنچنے کے بعد جبکہ انسان اچھائی اور بُرائی نیز کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے کے قابل ہو جاتا ہے سینما دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کے نتیجے میں دماغی اور ذہنی کوفت اُتر جاتی ہے اور لغویات سے قطع نظر بعض اخلاقی سبق بھی انسان کو مل جاتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو یہ دلیل نہایت بودی اور گمراہ کُن ہے۔ لاتعداد مضرتوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے محض بعض خیالی فوائد کے پیچھے کسی بُرائی کو اختیار کرنا کبھی اچھے نتائج پیدا نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی دلیلوں کو شیطان کے حربوں میں سے ایک حربہ قرار دیا ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی ایک دلیل کا بھی ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا۔ شیطان نے انہیں ورغلانے اور خدائی

حکم کی نافرمانی پر اُکسانے کے لئے یہی طریق اختیار کیا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اس حکم عدولی کے نتیجے میں بہت سے نیک مقاصد تمہیں حاصل ہوں گے۔ چنانچہ اس نے کہا:۔

مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ○ (اعراف آیت ۲۱)

"تمہارے رب کا تمہیں اِس درخت سے روکنے کا مقصد یہ ہے کہ کہیں تم فرشتہ بن کر ہمیشہ کی زندگی نہ حاصل کر لو"

اس سے شیطان کی مراد یہ تھی کہ اگر تم خدا کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے اس درخت کا پھل کھاؤ گے تو تم فرشتہ خصلت اور نیک بن جاؤ گے اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لو گے۔ چنانچہ نیک مقاصد کے سبز باغ دکھا کر اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکہ دیدیا۔ پس ہمارے لئے سوال مضرتوں اور فوائد کا ہی نہیں ہے (گو یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ سینما بینی کی مضرتیں اس کے خیالی فوائد کی نسبت بہت زیادہ ہیں) بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ہمارے فائدے اور فلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں سینما بینی کے "شجر ممنوعہ" سے روکا ہے یا نہیں؟ اگر روکا ہے اور پھر اس کی مضرتوں کو کھول کھول کر بیان بھی فرما دیا ہے تو پھر اس حکم کی خلاف ورزی کر کے ہم کبھی سینما بینی کی مضرتوں سے بچ نہیں سکتے۔ سعادت اور تقویٰ شعاری کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم سینما بینی سے بہر طور مجتنب رہیں اور خود اپنے نفس یا کسی اور کے ورغلانے میں نہ آئیں۔

(۲)

پھر بعض کج فہم نوجوان کہا کرتے ہیں کہ کبھی کبھار سینما دیکھ لینے سے کیا ہوتا ہے؟ اس سے کسی کے دل میں کونسی گندگی پیدا ہو جائے گی؟ یہ خیال بھی بہت کج فہمی پر مبنی ہے۔ اگر ایسے نوجوانوں سے کہا جائے کہ وہ کم از کم سال میں ایک دفعہ اپنے پینے والے پانی کے گھڑے میں گندگی کے ایک یا دو قطرے ڈال لیا کریں بھلا اس سے انہیں کیا ضرر پہنچ سکتا ہے؟ تو وہ اس کے لئے کبھی آمادہ نہیں ہوں گے، اور اُن کا آمادہ نہ ہونا عقلمندی پر مبنی ہوگا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ گندگی کا ایک قطرہ ہی اپنے اندر کسی خطرناک مرض کے جراثیم رکھتا ہو اور اس طرح وہ کسی مہلک مرض کا موجب بن جائے۔ آخر انسان کو اپنے متعلق کیا پتہ ہوتا ہے کہ مجھ میں کون کونسی کمزوریاں پائی جاتی ہیں اور کس قسم کے جراثیم نے میرے اندر مہلک بیماری پیدا کر دینی ہے۔ عاقل انسان کا کام ہے کہ وہ گندگی کے ایک قطرہ سے بھی پرہیز کرے، کیا خبر کہ وہ ایک قطرہ ہی اُس کی ہلاکت کا موجب ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"اگر ایک ذرہ تکبر کا تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی" (کشتی نوح)

بسا اوقات ایک کم فہم اور جاہل انسان اِن امور کی حقیقت کو نہیں سمجھتا اور ٹھوکر کھا جاتا ہے پس انسان کو ہرگز علم نہیں کہ اُس کے قلب میں کس روحانی بیماری کے جراثیم مخفی ہیں۔ بسا اوقات وہ دلیری کر کے کسی چھوٹے سے

چھوٹے گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے لیکن وہ چھوٹا گناہ ہی اس کی اندرونی رُوحانی بیماری کے مخفی جراثیم میں حرکت پیدا کر دیتا ہے اور اس کے اندر بیماری بڑھنے لگتی ہے یہاں تک کہ مہلک صورت اختیار کر لیتی ہے۔

گناہ کی ابتدا حقیر ہی ہوا کرتی ہے۔ پھر ہوتے ہوتے ایک گناہ دوسرے گناہ کو پیدا کرتا ہے، دوسرا تیسرے گناہ کا محرک ہوتا ہے یہاں تک کہ انسان گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو کر کلی طور پر ہلاک ہو جاتا ہے۔ مانا کہ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ہر سینما دیکھنے والا لازمی طور پر روحانی لحاظ سے تباہ ہو جائے لیکن یہ ایسا ہی ہے جیسے ضروری نہیں کہ جس کے جسم میں ہیضے کے جراثیم داخل ہوں اُسے ضرور ہیضہ ہو جائے۔ ایسی صورت میں کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہمیں پرہیز نہیں کرنا چاہیئے اور ہیضے سے بچنے کی تدابیر اختیار نہیں کرنی چاہئیں؟ ہو سکتا ہے کہ ہمارے اندر بیماری کا مواد ہو یا قوتِ مدافعت کی کمی ہو اور بد پرہیزی کرنے سے ہم کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو جائیں۔ پس یہ خیال بھی کہ کبھی کبھار سینما دیکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ایک گمراہ کن خیال ہے اور اس سے بچنا ضروری ہے۔

(۳)

اگر نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھا جائے تو احمدی نوجوانوں کو سینما سے کوسوں دُور رہنا چاہیئے۔ یہ امر شک و شبہ سے بالا ہے کہ آجکل کی فلمیں جنسی میلانات اور شہوات کو اُبھارتی ہیں۔ بداخلاقی اور بے حیائی کے نظارے نوجوانوں کے سامنے آتے ہیں تو نفسِ امّارہ کے جذباتِ خبیثہ کو بھڑکاتے ہیں۔ اب دو ہی صورتیں ہوتی ہیں یا تو انسان اِن خبیث جذبات کے مطابق عمل کرے اور تباہ ہو جائے یا پھر سوسائٹی کی ملامت اور قانون کے خوف سے انہیں روکے رکھے اور اُن پر عمل نہ کرے۔ مؤخر الذکر صورت بھی خطرہ سے خالی نہیں ہوتی۔ اس صورت میں ایسی خواہشات جن پر انسان سوسائٹی کے ڈر کی وجہ سے عمل نہیں کر سکتا قلب کے لاشعوری حصہ میں چلی جاتی ہیں اور مختلف قسم کے اعصابی امراض اور ذہنی اُلجھنوں کا موجب بنتی ہیں جس کے نتیجے میں انسان کے اندر ایک کشمکش سی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا قلبی سکون جاتا رہتا ہے۔ یہ کشمکش بعض لوگوں میں نفسِ امّارہ کے غالب آنے پر منتج ہو کر انہیں رُوحانی طور پر بالکل تباہ کر دیتی ہے اور جو لوگ نفسِ امّارہ پر قابو پا کے گناہ میں ملوّث ہونے سے بچ بھی جاتے ہیں وہ ذہنی اُلجھنوں، اعصابی بوجھ اور عدم اطمینان کی وجہ سے اپنی صحت کو بہر حال برباد کر بیٹھتے ہیں۔ جہاں اوّل الذکر صورت میں انہیں خَسِرَ الدُّنیا وَالآخِرَۃ کا مصداق بننا پڑتا ہے وہاں مؤخر الذکر صورت میں اور کچھ نہیں تو جسمانی صحت سے ضرور ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ جس گاؤں جانا نہ ہو تو اُس کے کوس گننے سے فائدہ؟ جب ہمارا خدا تعالےٰ پر ایمان ہے اور جزا سزا پر بھی ہم یقین رکھتے ہیں اور گناہوں اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں سے احتراز کو بھی

ہم عافیت کا راستہ سمجھتے ہیں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو خواہ مخواہ ایسے امتحان میں ڈالتے ہی کیوں کہ جس کی وجہ سے ذہنی الجھن اور باطنی کشمکش کی اذیت ہمیں برداشت کرنی پڑے بالخصوص جبکہ اس کا نتیجہ لازماً ہماری جسمانی صحت کی بربادی یا روحانی اور جسمانی دونوں صحتوں کی بربادی کی شکل میں نکل سکتا ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ مغربی اقوام گناہوں میں مبتلا ہو کر بھی اتنی تندرست و توانا اور فعال کیوں ہیں کہ وہ دنیا میں ترقی کر گئیں۔ برخلاف اس کے مسلمانوں نے جب قرآن کو چھوڑ کر معصیت والی زندگی اختیار کی تو وہ کیوں دنیوی طور پر بھی تباہ ہو گئے۔ آخر اس فرق کی وجہ کیا ہے کہ دونوں نے ایک ہی راستہ اختیار کیا مگر نتیجہ بالکل الٹ نکلا؟ اگر دیکھا جائے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی اقوام مرا سر دہریت کی راہ پر گامزن ہیں۔ وہ سرے سے خدا اور آخرت پر ایمان رکھتی ہی نہیں۔ نیکی اور بدی کے تصوّر سے وہ یکسر عاری ہیں۔ ان کی روحانیت پہلے ہی مردہ ہے جب وہ لوگ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں تو ان کے اندر وہ اندرونی کشمکش اور ذہنی الجھن پیدا نہیں ہوتی جو ایک مسلمان کے اندر ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں اعصابی قوت اور ذہنی توازن کو شدید صدمہ پہنچتا ہے اور قوّتِ عملیہ مفلوج ہو جاتی ہے۔ اسی لئے مسلمانوں نے جب معصیت کی راہ اختیار کی تو وہ ناکارہ ہو گئے اور دنیوی ترقی کے میدان میں دوسروں کی نسبت بہت پیچھے رہ گئے۔ پس احمدی نوجوانوں کے لئے جو بفضلہ تعالےٰ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور آخرت پر قوی ایمان رکھتے ہیں اور ایمان کی اس دولت کے ساتھ دنیا میں ترقی کر کے دونوں جہانوں کی فلاح حاصل کرنا چاہتے ہیں اور صحیح معنوں میں فائز المرام ہونے کے متمنی ہیں ضروری اور ناگزیر ہے کہ وہ اس قسم کی اندرونی کشمکش پیدا کرنے والے مواقع اور محرّکات سے اجتناب کریں اور جان بوجھ کر اپنے آپ کو امتحان میں ڈال کر تباہی کو دعوت نہ دیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو دو صورتوں میں سے ایک صورت انہیں اختیار کرنی پڑے گی یا وہ اپنی صحت اور قوّتِ عملیہ کھو بیٹھیں گے یا پھر باطنی کشمکش اور اس کے برے اثرات سے نجات حاصل کرنے کے لئے انہیں سرے سے ہی احمدیت اور اسلام کو خیرباد کہہ کر دہریت کی راہ اختیار کرنی پڑے گی جو روحانی موت پر دلالت کرتی ہے اور جس کے تصوّر سے بھی بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ ایسے مہلک مواقع اور محرّکات میں سے آجکل کی فلمیں بھی ہیں اسلئے اگر نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھا جائے تو احمدی نوجوانوں کے لئے ان سے اجتناب ضروری ہے۔

(۴)

نفسیاتی نقطۂ نگاہ کے بعد اب ہم احمدیت کے نقطۂ نگاہ سے اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں۔ ہم ایمان رکھتے ہیں

کہ ہمارا ایک زندہ خدا ہے اُس نے اِس زمانے میں اپنے ایک مامور کے ذریعے سے اپنی قدرت کا زبردست ہاتھ ہمیں دکھلایا ہے اور اپنے اس مامور کی زبان سے ہمیں اسلام کے غالب آنے کی بشارت دی ہے، تائید و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور عنقریب ملنے والی اسلام کی عظیم الشان فتح کا مژدہ سُنایا ہے اور پھر اس کے خاطر ہم سے مطالبہ کیا ہے کہ ہم اپنی زندگیاں اِس فتح کے دن کو قریب سے قریب تر لانے میں لگا دیں۔ جب ہم اِن سب باتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر ایسے راستوں پر گامزن ہونے کا خیال بھی دل میں لانا جو اس سچے اور زندہ خدا سے ہمیں دُور لے جائیں بے وقوفی اور حماقت کا مظاہرہ ہوگا یا نہیں؟ ہر سچا احمدی یہی کہے گا یقیناً ہوگا۔

اپنے اِس منصب و مقام اور مفوضہ کام کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم دنیا پر نگاہ ڈالتے ہیں تو یہ بھیانک منظر ہماری نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے کہ ساری دُنیا شمال سے لیکر جنوب تک اور مشرق سے لیکر مغرب تک خدا سے غافل ہے۔ ہر طرف جہنم بھڑکائی جا رہی ہے یعنی گنہگاروں کی کثرت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے خاص اِس زمانے کی خبر دیتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ کہ اُس زمانے میں جہنم بھڑکائی جائے گی مگر ساتھ ہی یہ خبر بھی دی ہے کہ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ کہ اُس زمانے میں جنت بھی قریب کر دی جائے گی۔ اِس سے مراد یہی ہے کہ آخری زمانے میں معصیت کی بے انتہا کثرت ہوگی اُس وقت جو لوگ اسلام کو غالب کر دکھانے کے لئے جد و جہد کریں گے وہ سیدھے جنّت میں جائیں گے۔ اُن کے اور جنّت کے درمیان سب روکیں ہٹا دی جائیں گی۔ ایسے زمانے میں جبکہ تھوڑی سی خدمت کے عوض ہم جنّت کے وارث بن سکتے ہیں کیا ہمیں یہ زیب دیتا ہے کہ ہم دُنیا کو دوزخ سے بچانے کی بجائے خود بھی اسی دوزخ میں جا گریں جس میں یہ دُنیا جل رہی ہے۔

یہ دوزخ جس نے اس آخری زمانے میں بھڑکنا تھا کیا ہے؟ اِس کی تفصیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بیان فرمائی ہے۔ حضور نے صحابہؓ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ آخری زمانہ میں جب دُنیا میں دجال کو غلبہ حاصل ہوگا تو اس کے پاس ایک جنت بھی ہوگی۔ وہ جنّت ظاہرا طور پر تو بڑی دلربا ہوگی مگر حقیقت میں وہ ہوگی جہنم۔ دجال کی وہ کونسی جنّت ہے؟ وہ یہی عیاشیوں اور عیش پرستیوں کی جنت ہے جو دجال نے روئے زمین کے انسانوں کے سامنے پیش کی ہے اور جو در حقیقت انجام کے لحاظ سے جہنّم ہے۔ انہی عیش پرستیوں میں سے ایک سینما بھی ہے۔ پس یہ کیسی بدقسمتی اور بدنصیبی ہوگی کہ ہم اُس جنّت کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں جو خدا نے ہمارے لئے قریب کر دی ہے اور خود اپنے اموال خرچ کرکے اُس جہنم کو خریدیں جسے دلفریب بنا کر دجال نے دُنیا کے سامنے پیش کر رکھا ہے اور اِس طرح خدا تعالیٰ اور اُس کے ذکر سے غافل ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت میں عیش پرستی لغویات اور فضولیات کی اِس جنّت نما جہنم کا ہی

ذکر فرمایا ہے اور اگر دیکھا جائے تو اشارۃً سینما کا ذکر بھی اس میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ (لقمان آیت ۷)

"یعنی لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو (ایک زمانہ میں) خدا تعالیٰ سے غافل کرنے والی بات کو پیسے خرچ کر کے خریدیں گے۔ وہ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو خدا تعالیٰ کے راستہ سے دور لیجائیں گے اور انہیں اپنی اس تباہی اور ہلاکت کا علم نہ ہوگا۔ ایسے لوگ خدا کے دین کو ایک قابلِ ہنسی چیز بنا لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ذلت کا عذاب پہنچائے گا"

اس آیت میں خدا سے غافل کرنے والے جن لغو امور اور باتوں کا ذکر ہے اُن میں سینما بھی آجاتا ہے کیونکہ سینما پر بھی انسان پیسہ خرچ کرتا ہے اور جس قسم کی لغو اور مخرب اخلاق فلمیں وہاں دکھائی جاتی ہیں وہ لہو الحدیث کے زمرہ میں ہی آتی ہیں۔ اسی ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک انذاری الہام پیشِ نظر رکھنا اور اس پر ہر آن غور کرتے ہوئے اپنے اعمال کی درستی اور اصلاح کی کوشش میں مصروف رہنا بھی از حد ضروری ہے۔ اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا :۔

"مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ نَبْتَلِيْهِ بِذُرِّيَّةٍ فَاسِقَةٍ مُلْحِدَةٍ يَمِيْلُوْنَ اِلَى الدُّنْيَا وَلَا يَعْبُدُوْنَنِيْ شَيْئًا۔"

"جو شخص میرے ذکر (یعنی قرآن کریم، نمازوں کی پابندی اور خدا تعالیٰ سے تعلق بڑھانے والے امور) سے غفلت کریگا اور دوسرے امور میں منہمک ہوگا اس کو میں بطور سزا ایسی اولاد کے ساتھ مبتلا کروں گا جو بے دین اور دہریہ ہوگی دنیا کے گند پر کتوں کی طرح گریگی اور میری عبادت سے انہیں کوئی تعلق نہ ہوگا"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تازہ انذار ہے اور اس قدر دل ہلانے والا انذار ہے کہ اسکو سن کر ایک سچے احمدی کا دل خوفِ خدا سے لبریز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کرنیوالے اعمال و اشغال میں منہمک ہو کر ان فرائض سے غافل ہوگا جو اسلام کو غالب کر دکھانے کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کئے ہیں وہ نہ صرف خود روحانی طور پر تباہی کی طرف قدم بڑھانے والا ہوگا بلکہ اپنی آئندہ نسلوں کو بھی سعادت اور تقویٰ شعاری سے محروم رہنے والی نصیب کر لیگا۔ اس تازہ خدائی انذار کی موجودگی میں احمدی نوجوانوں پر بدرجہ اولیٰ یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ لہو الحدیث کے ذیل میں آنے والے جملہ افعال و اشغال سے کلی اجتناب اختیار کرتے ہوئے پورے عزم و ہمت کے ساتھ اُن فرائض کو بجا لانے میں منہمک رہیں جو اسلام کو دُنیا بھر میں غالب کرنے کے ضمن میں اُن پر عائد ہوتے ہیں تا وہ غضب الٰہی کے نہیں بلکہ نصرتِ الٰہی کے مورد بن کر خدا تعالیٰ کی نگاہ میں فائز المرام ٹھہریں۔

(۵)

بالآخر میں اپنے اس مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب "کشتی نوح" کے بعض اقتباسات پر ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور کے ان ارشادات پر کما حقہٗ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اسکی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اُسکو دھوکہ دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرّہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دیگی۔ اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں کہ جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لیکر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کریگا..... نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے مُنہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں...... وہ جو دُنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گدوں کی طرح گرتے ہیں اور دُنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اُس سے بے خبر ہے..... پس جو شخص مجھ سے سچی بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت میں محو ہو کر اپنے تمام آراموں کو چھوڑتا ہے وہی ہے جو ان آفتوں کے دنوں میں میری روح اس کی شفاعت کرے گی۔

سو اے وے تمام لوگو جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اُسوقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا..... تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ نیک عمل دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائیگا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائیگا اور حسرت سے مریگا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اُسی کی مخلوق ہے مگر وہ اُس شخص کو چُن لیتا ہے جو اُس کو چُنتا ہے۔ وہ اُس کے پاس آ جاتا ہے جو اُس کے پاس جاتا ہے۔ جو اس کو عزت دیتا ہے وہ اُس کو بھی عزت دیتا ہے۔"

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ؞

اہلِ افریقہ کے دلوں پر فرشتوں کا نزول

مسیح پاک علیہ السلام کی ایک پیشگوئی اور اس کا عظیم الشان ظہور

آج سے ساٹھ پینسٹھ سال قبل عیسائیت کس طرح براعظم افریقہ پر چھائی ہوئی تھی اس کا اندازہ امریکہ کے مشہور عیسائی منادڈاکٹر جان ہنری بیروز ڈی۔ڈی کے اس اعلان سے لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے ۱۸۹۷ء میں امریکہ سے ہندوستان پہنچ کر کیا تھا۔ انہوں نے اپنے ایک لیکچر میں افریقہ پر مغربی اقوام کے تسلّط کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا:۔

"مغرب کی عیسائی اقوام کے درمیان براعظم افریقہ کی تقسیم اس طور سے عمل میں آئی ہے کہ ایک کروڑ دس لاکھ پچاس ہزار مربع میل کے مجموعی رقبہ میں سے صرف دس لاکھ مربع میل کا علاقہ ایسا رہ گیا ہے کہ جو عیسائیت کے حلقۂ اقتدار سے باہر ہے۔ اس عظیم الشان تقسیم کے نتیجہ میں ٹرکی ہی ایک ایسی غیر عیسائی طاقت رہ جاتی ہے جسے اس تاریک براعظم میں کچھ اثر و نفوذ حاصل ہے قسطنطنیہ اور افریقہ میں جس اسلام کا وجود پایا جاتا ہے وہ انسانی ترقی و عروج کی موجودہ صدی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ دنیا میں صرف ایک ہی طاقتور مسلمان بادشاہ (یعنی سلطان ٹرکی) باقی رہ گیا ہے اور وہ بھی روس اور انگلستان کی باہمی مخاصمت نے اسے باقی رہنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر اس بات کے خفیف سے خفیف آثار بھی موجود نہیں ہیں کہ اسلام (عیسائیت کے بالمقابل) بنی نوع انسان کے قلوب پر فتح حاصل کر سکے گا۔" (بیروز لیکچرز صلٰ-۲۲ مطبوعہ ۱۸۹۷ء شائع کردہ دی کرسچین لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا، مدراس)

عین اُس زمانے میں جبکہ ڈاکٹر جان ہنری بیروز براعظم افریقہ میں عیسائیت کی فتح پر خوشی کے شادیانے بجا رہے تھے اور کمال درجہ تعلّی کے رنگ میں انتہائی گھمنڈ کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ عیسائیت افریقہ پر پورے طور پر غالب آچکی ہے اب اس امر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اسلام یہاں یا دنیا میں کسی اور جگہ پاؤں جمانے میں کامیاب ہو سکے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کو مخاطب کر کے اعلان فرمایا کہ میرے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ عیسائیت کا یہ غلبہ مٹا دیا جائیگا اور اسکی بجائے اسلام دنیا میں غالب آئیگا۔ یورپ، ایشیا، امریکہ، افریقہ ہر جگہ اور ہر سمت میں اسلام پھیلے گا اور پھیلتا چلا جائیگا یہاں تک کہ پورے کرۂ ارض پر غالب آجائے۔ اسی ضمن میں آپ نے یہ بھی وضاحت فرمائی کہ اس کیلئے کسی قسم کی مادی طاقت یعنی توپ و تفنگ کی حاجت نہیں ہوگی۔ خدا تعالیٰ خود آسمان سے فرشتوں کی فوجیں نازل کریگا جو دنیا کے کونے کونے میں غلبہ اسلام کی راہ ہموار کر دیں گے۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے دنیا والوں کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کہ تم اس نشان کے منتظر رہو اگر فرشتوں کا نزول نہ ہوا اور حق کی طرف دلوں کی جنبش کو تم نے غیر معمولی نہ پایا تو تم یہ سمجھنا کہ یہ باتیں خدا کی طرف سے نہیں ہیں لیکن اگر یہ باتیں ظہور میں آجائیں تو پھر تم پہ فرض ہوگا کہ انکار سے باز آجاؤ اور خدا کے مامور کو قبول کر کے دین و دنیا کی فلاح کے

وارث ہو۔ اس ضمن میں آپ نے جو پیشگوئی فرمائی اُس کے الفاظ یہ ہیں :-

"یہ عاجز راستی اور سچائی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس لئے تم صداقت کے نشان ہر ایک طرف سے پاؤ گے۔ وہ وقت دُور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے ... سو تم اس نشان کے منتظر رہو۔ اگر فرشتوں کا نزول نہ ہوا اور اُن کے اُترنے کی نمایاں تاثیریں تم نے دنیا میں نہ دیکھیں اور حق کی طرف دلوں کی جنبش کو معمول سے زیادہ نہ پایا تو تم یہ سمجھنا کہ آسمان سے کوئی نازل نہیں ہوا لیکن اگر یہ سب باتیں ظہور میں آگئیں تو تم انکار سے باز آؤ تا تم خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک سرکش قوم نہ ٹھہرو۔" (فتح اسلام صفحہ ۱۷، ۱۸)

آپ کے اس اعلان پر ابھی نصف صدی سے کچھ زائد عرصہ ہی گزرا ہے کہ انتہائی مخالف حالات کے باوجود اسلام دنیا میں پھیلنا شروع ہو گیا ہے اور پھیل بھی رہا ہے آپ کی قائم کردہ جماعت کے ذریعے اور پھر خالصتہً تبلیغی کوششوں کے نتیجے میں۔ بالخصوص افریقہ کے اُسی براعظم میں جس کے متعلق ڈاکٹر جان ہنری بیروز نے کہا تھا کہ وہاں عیسائیت غالب آچکی ہے اور اب وہاں اسلام کے غالب آنے کے خفیف سے خفیف آثار بھی موجود نہیں ہیں، اسلام اس شدومد کے ساتھ پھیل رہا ہے کہ عیسائی حلقوں میں بے چینی اور اضطراب کی ایک لہر دوڑی ہوئی ہے وہاں کے لوگ عیسائیت کو خیرباد کہہ کہہ کر اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ وہاں اب مغرب کی عیسائی قوموں کے غلبہ و استیلاء کا وہ حال ہے اور نہ عیسائیت کا وہ پہلا سا جوش و خروش نظر آتا ہے۔ اسلام پھیل رہا ہے اور زور و شور کے ساتھ پھیل رہا ہے اور جوں جوں اسلام پھیلتا جاتا ہے عیسائی حلقوں میں پریشانی اور گھبراہٹ کے آثار نمایاں سے نمایاں تر ہوتے جاتے ہیں۔ گزشتہ شمارہ میں ہم نے سوئٹزرلینڈ کے ایک عیسائی اخبار کے مضمون کا اردو ترجمہ شائع کیا تھا جو یورپ میں اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کے واضح اعتراف پر مشتمل تھا۔ ذیل میں ہم سوئٹزرلینڈ کے ایک اور اخبار کے اقتباس کا ترجمہ ہدیۂ احباب کرتے ہیں جس میں افریقہ کے اندر اسلام کے غالب آنے کے واضح آثار پر سراسیمگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آج غلبۂ اسلام کی وہ بشارتیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ذریعہ دی تھیں کس شان سے پوری ہو رہی ہیں چنانچہ سوئٹزرلینڈ کا اخبار "Appenzeller Sonntagsblatt" اپنی ۱۳ر مئی سنہ ۶۱ء کی اشاعت میں "افریقہ" کے زیرِ عنوان رقمطراز ہے :-

"افریقہ میں اسلام عیسائیت کیلئے ایک خطرہ بنا ہوا ہے اور کلیسیائی حلقے اس بڑھتے ہوئے خطرہ کی طرف برابر توجہ دلا رہے ہیں۔ چنانچہ انگلیکن لیمبتھ کانفرنس کے ایگزیکیٹو سیکرٹری بشپ سٹیفن بینے (Bishop Stephen Bayne) نے گزشتہ ہفتہ لندن میں ایک تقریر کرتے ہوئے کہا کہ افریقہ میں عیسائیت کو جو عظیم ترین خطرہ لاحق ہے وہ اسلام کی طرف سے ہی لاحق ہے۔ انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ مسلمان مبلغین افریقہ کے رسم و رواج اور روایات سے مناسبت پیدا کرنے میں عیسائی مشنریوں کی نسبت زیادہ کامیاب ہیں اور پھر وہ کامل توحید کی تعلیم دیتے ہیں جسے قبول کرنے کی طرف افریقن باشندے زیادہ مائل نظر آ رہے ہیں :

اسی طرح کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) کے آرچ بشپ جے ایم ۔ برنز (J. M. Burns) نے پچھلے دنوں لندن میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جنوبی افریقہ میں لوگ عیسائیت کو مغربی سامراج کے زیر سرپرستی پروان چڑھنے والا مذہب سمجھتے ہیں اور اس بنا پر زیادہ سے زیادہ تعداد میں اسے رد کر رہے ہیں۔ وہاں کلیسیا کو کھلے بندوں منہدم کیا جا رہا ہے اور اسمیں کوئی شبہ نہیں ہے کہ وہ اسلامی طاقتیں جو حال ہی میں بیدار ہوئی ہیں انکو زیادہ سے زیادہ اپنا حمائتی بنانے کیلئے ان حملوں کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔

امریکہ میں "افریقن میتھوڈسٹ ایپسکوپل چرچ" (جو ملک کے عظیم ترین حبشی کلیسیاؤں میں سے ایک ہے) کے انیس بشپوں نے اپنے اپنے علاقوں میں اپیل کی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں رنگدار نسل کے استادوں اور مشنریوں کو افریقہ بھجوائیں تاکہ اسلام کے اس دعوے کو عملاً غلط ثابت کیا جا سکے کہ عیسائیت صرف گوری نسل کے لوگوں کا مذہب ہے۔"

سوئٹزرلینڈ کے مذکورہ بالا اخبار کے اس اقتباس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ آج افریقہ میں اسلام کی روزافزوں ترقی پر عیسائی دنیا میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک کس طرح اضطراب کی ایک لہر دوڑی ہوئی ہے اور وہ حیران و پریشان ہیں کہ یکدم ہوا کا رُخ کیسے بدل گیا، افریقہ کو عیسائی بنانے کے خواب کیوں پریشان ہو کر رہ گئے؟ اور وہ غلبہ و تسلط اور وہ اقتدار و اختیار جو عیسائی طاقتوں کو افریقہ میں حاصل تھا اور جس کے بل پر وہاں عیسائیت پھل پھول رہی تھی دیکھتے ہی دیکھتے کیوں نسیاً منسیا ہو گیا۔ ان کی یہ حیرت بجا ہے اور سراسیمگی کا یہ اظہار بلا وجہ نہیں ہے۔ وہ تو جیسا کہ ڈاکٹر جان ہنری بیروز کے تحدی آمیز اعلانوں سے ظاہر ہے اِس نشہ میں سرشار تھے کہ شمالی افریقہ کو چھوڑ کر باقی سارے افریقہ پر عیسائیت غالب آچکی ہے اور دنیا میں کوئی غیر عیسائی ایسی طاقت موجود نہیں ہے جو عیسائیت کے اس غلبہ کو مٹانے کا خیال بھی دل میں لا سکے لیکن اقتدار اور قوت کے نشہ میں سرشار پادریوں کو کیا معلوم تھا کہ خدائی مشیت اب اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے اور خدا کا مسیح دنیا میں مبعوث ہو کر اس آسمانی فیصلے کا اعلان بھی کر چکا ہے۔ چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج یورپ یا افریقہ جہاں کہیں بھی اسلام پھیل رہا ہے خدا کے اس مسیح کی قائم کردہ جماعت کے ذریعہ ہی توپ و تفنگ کے بغیر خالصۃً تبلیغی جدوجہد کے نتیجے میں پھیل رہا ہے۔

اِس امر کا ثبوت کہ افریقہ میں بھی اسلام کو غالب کر دکھانے والے جماعتِ احمدیہ ہی کے افراد ہیں عیسائی اخبارات کے ایک تازہ اعتراف سے بھی ملتا ہے۔ ربوہ میں جماعتِ احمدیہ کے جلسہ سالانہ ۱۹۶۰ء کے موقع پر محترم جناب چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب نے تقریر کرتے ہوئے افریقہ میں اسلام اور عیسائیت کے مابین مقابلے کا بھی ذکر کیا تھا اور اس ضمن میں جماعتِ احمدیہ کی موجودہ سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے افریقہ میں تبلیغی مساعی کو اور زیادہ وسیع کرنے کی اہمیت پر زور دیا تھا۔ چنانچہ آپ کی اس تقریر کا ذکر کرتے ہوئے لندن سے شائع ہونے والا مشہور عیسائی مجلہ "ورلڈ کرسچین ڈائیجسٹ" (World Christian Digest) جون ۱۹۶۱ء کے شمارہ میں رقمطراز ہے:-

"اسلام کی طرف سے افریقہ کو فتح کرنے کی اس وقت جو تبلیغی مہم جاری ہے اس کو پاکستان کے لائق ترین لیڈر

چوہدری محمد ظفر اللہ خان جج انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کی طرف سے بھی تقویت پہنچ رہی ہے انہوں نے جماعتِ احمدیہ کی ایک کانفرنس میں جو گذشتہ سال منعقد ہوئی تھی تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگرچہ اب افریقہ کی سیاسی غلامی کی زنجیریں ٹوٹ رہی ہیں لیکن اہلِ افریقہ بڑی حد تک تاحال روحانی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کے پاس وہ مالی وسائل نہیں ہیں جو عیسائی مشنریوں کو حاصل ہیں لیکن اس کے بالمقابل انہیں بعض لحاظ سے برتری حاصل ہے اور وہ برتری اسلام کی انتہائی سادہ تعلیم اور اس کی عملی اخوّت میں مضمر ہے۔ انہوں نے تبلیغی سرگرمیوں کو اور زیادہ وسیع کرنے کی اپیل کی اور اس ضمن میں وہاں سکولوں اور اساتذہ کی کمی کو دور کر کے تعلیم کے میدان میں اہلِ افریقہ کا ہاتھ بٹانے کی طرف توجہ دلائی۔ عیسائی مشن جو پہلے ہی افریقہ میں مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں اگر اسلام کے اس چیلنج کا کامیابی سے جواب دینا چاہتے ہیں تو انہیں اس براعظم میں زیادہ ہوشیاری، سمجھ بوجھ اور مضبوطی کیساتھ آگے قدم بڑھانا چاہیئے۔"

سوئٹزرلینڈ اور انگلستان کے ہر دو عیسائی اخباروں کے یہ اعتراف اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر یورپ، ایشیا، امریکہ اور افریقہ وغیرہ میں اسلام کے غالب آنے کی جو پیشگوئی فرمائی تھی اور جسے آپ نے اپنی صداقت کا ایک نشان قرار دیا تھا وہ آج بڑی آب و تاب کیساتھ پوری ہو رہی ہے۔ برخلاف اس کے ڈاکٹر جان ہنری بیروز نے افریقہ میں عیسائیت کے غالب آنے کے متعلق جو تعلّی آمیز اعلان کیا تھا وہ آج بادِ ہوا بات سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آج اہلِ افریقہ کے دلوں پر فرشتوں کا نزول نہیں ہو رہا؟ اور یہ کہ وہاں حق کی طرف دلوں کی جنبش معمول سے زیادہ نہیں ہے؟۔ یقیناً فرشتے آسمان سے نازل ہو ہو کر اہلِ افریقہ پر اسلام کی حقانیت کو آشکار کر رہے ہیں اور وہ عیسائیت اور اپنے قدیم مشرکانہ مسلک کو خیرباد کہہ کر اسلام کی آغوش میں آ رہے ہیں۔ وہاں مغرب کی عیسائی قوموں کا وہ سیاسی عروج اور اسکے زیرِ سایہ عیسائیت کی وہ یلغار بغیر کسی توپ و تفنگ کے دن بدن ختم ہوتی جا رہی ہے۔ ان حالات میں عیسائیت کو اُلٹے لینے کے دینے پڑ گئے ہیں۔ ان کے مقابل پر میدان میں اگر کوئی ہے تو جماعتِ احمدیہ کے تبلیغی مشن اور اس کے مجاہدینِ اسلام ہی ہیں۔ ان کی مساعی میں یہ عظیم الشان برکت وہاں فرشتوں کے نزول پر دال ہے۔ خدا خود وہاں فرشتوں کی فوجیں نازل کر کر کے اسلام کے حق میں انقلاب لا رہا ہے۔

جس تیزی سے افریقہ کی سرزمین میں خدا تعالیٰ انقلاب لا رہا ہے اس کے پیشِ نظر ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم اپنی مجاہدانہ کوششوں کو پہلے سے کئی گنا بڑھا دیں تا یہ انقلاب جلد از جلد پایہ تکمیل کو پہنچ کر اسلام اور احمدیت کو اس براعظم میں کامل طور پر غالب کر دے اور یہ غلبہ ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے عیسائیت کے طفیلی غلبہ کی طرح عارضی اور ناپائدار نہ ہو۔ اے خدا تو ایسا ہی کر اور ہمیں اپنے فرائض کو پہچاننے اور انہیں اور بھی زیادہ جذبہ و جوش کیساتھ بجا لانے کی توفیق عطا فرما۔ آمین *

بچوں کا صفحہ

تم بھلا کیا بنو گے؟

(مکرم شیخ خورشید احمد صاحب - ربوہ)

ہر بچہ ضرور سوچتا ہے کہ وہ بڑا ہو کر کیا بنے گا؟ کوئی کہتا ہے میں سائنسدان بنوں گا۔ کوئی کہتا ہے میں ڈاکٹر بنوں گا۔ کوئی کہتا ہے میں انجنیئر بنوں گا۔ کوئی کہتا ہے میں اسلام کا مبلغ بنوں گا۔ الغرض کوئی کچھ سوچتا ہے اور کوئی کچھ۔ ہمارے آقا اور امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے اس بارہ میں احمدی بچوں کو ایک نصیحت فرمائی ہے۔ حضور فرماتے ہیں تم جو چاہو بنو مگر چوٹی کے آدمی بننے کی کوشش کرو۔ یعنی اگر سائنسدان بننا چاہتے ہو تو چوٹی کے سائنسدان بنو۔ اگر ڈاکٹر بننا چاہتے ہو تو چوٹی کے ڈاکٹر بنو۔ اگر انجنیئر بننا چاہتے ہو تو چوٹی کے انجنیئر بنو۔ اسی طرح اگر اسلام کے مبلغ بننا چاہتے ہو جو ان سب سے بہتر اور بڑھ کر ہے تو چوٹی کے مبلغ بنو۔ ذیل میں ہم حضور کی یہ نصیحت حضور ہی کے الفاظ میں درج کرتے ہیں۔ بچوں کو چاہیئے اس نصیحت کے ایک ایک لفظ کو غور سے پڑھیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

حضور فرماتے ہیں:۔

"اگر ہمارے نوجوان اچھی طرح محنت کریں اور کوشش کر کے اعلیٰ قابلیتیں پیدا کریں تو ہم تھوڑے ہو کر بھی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ بس ہماری کامیابی ہمارے طالب علموں کے ہاتھ میں ہے ...... جب لوگ یہ دیکھیں گے کہ دنیا کا سب سے بڑا سائنسدان بھی احمدی ہے، دنیا کا سب سے بڑا محقق بھی احمدی ہے، دنیا کا سب سے بڑا مولوی بھی احمدی ہے، دنیا کا سب سے بڑا انجنیئر بھی احمدی ہے، دنیا کا سب سے بڑا بیرسٹر بھی احمدی ہے، دنیا کا سب سے بڑا صناع بھی احمدی ہے تو وہ احمدیت کی طرف توجہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر احمدی کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ چوٹی کا آدمی بنے ...... اگر ہمارے نوجوان ہر فن میں کمال پیدا کر لیں تو ترقی کرنا بہت آسان ہو جائے گا......

...... جب کوئی قوم قابلیت اور لیاقت میں بڑھ جاتی ہے تو اُس کے ہر فرد کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اور اُس کی بات توجہ سے سُنی جاتی ہے۔ پس ہمارے نوجوانوں کو زندگیاں سُدھارنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اپنی نگاہوں کو اُونچا کرنا چاہیئے اور یہ عزم کر لینا چاہیئے کہ مَیں نے فلاں فن میں چوٹی کا آدمی بننا ہے یا اِسی کوشش میں فنا ہو جانا ہے۔"

(فرمودہ ۲۹ مئی ۱۹۴۶ء مطبوعہ الفضل ۲۴ ستمبر سنہ ۶۱ء)

"اِنشاءاللہ"

"انشاء اللہ" کے معنی ہیں اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا۔ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ ظاہر کرو یا کسی سے کوئی وعدہ کرو تو ساتھ انشاء اللہ ضرور کہا کرو۔ مثلاً "انشاء اللہ مَیں یہ کام ضرور کروں گا" یا "انشاء اللہ مَیں اپنا یہ وعدہ ضرور پُورا کروں گا"

(راہِ ایمان)

قرآن مجید کی خوبیاں

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس کی شان میں بہت سی نظمیں لکھی ہیں۔ حضور علیہ السلام کی ایک نظم کے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ امید ہے بچے اِنہیں بھی مزے لے کر پڑھیں گے اور اِنہیں زبانی یاد کر لیں گے:۔

اے عزیزو! سُنو کہ بے قرآں
حق کو پاتا نہیں کبھی انساں

جن کو اِس نُور کی خبر ہی نہیں
اُن پہ اُس یار کی نظر نہیں

ہے یہ فرقاں میں اِک عجیب اَثر
کہ بناتا ہے عاشقِ دِلبرَ

جس کا ہے نام قادرِ اکبر
اُس کی ہستی سے دی ہے پُختہ خبر

کُوئے دِلبر میں کھینچ لاتا ہے
پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے

دِل میں ہر وقت نُور بھرتا ہے
سینہ کو خوب صاف کرتا ہے

اِس کے اوصاف کیا کروں مَیں بیاں
وہ تو دیتا ہے جاں کو اور اِک جاں

(درثمین)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے اعلانات

امتحان انصار اللہ سہ ماہی سوم — قرآن کریم پارہ ۳۰ ربع سوم

تمام مجالس انصار اللہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ تیسری سہ ماہی کا امتحان مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۶۱ء بروز اتوار منعقد ہوگا انشاء اللہ (ربوہ میں یہ امتحان ۲۲ ستمبر ۱۹۶۱ء کو بروز جمعہ ہوگا۔)

جیساکہ مطبوعہ "ہدایات" میں درج ہے اس امتحان کے لئے مندرجہ ذیل کورس مقرر ہے:۔

الف۔ قرآن کریم کے آخری پارہ کے تیسرے ربع کا ترجمہ یعنی سورۃ فجر تا سورۃ قدر (دونوں سورتیں شامل ہیں)

ب۔ اس ربع میں سے کوئی سی چھ سورتیں حفظ کرنا۔

نوٹ:۔ شق ب غیر تعلیم یافتہ انصار کے لئے بھی ہوگی۔

تمام ناظمین / ناظمین اعلیٰ۔ زعماء / زعماء اعلیٰ اصحاب سے گزارش ہے کہ وہ ابھی سے امتحان کی تیاری شروع کروا دیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

اطفال الاحمدیہ کے لئے وظائف

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی طرف سے ہر سال سالانہ اجتماع سے قبل اطفال الاحمدیہ کا دینی اور تاریخی معلومات کا امتحان منعقد ہوتا ہے۔ اس امتحان میں اول اور دوم آنے والے اطفال کو ایک سال کے لئے سکول کی پوری اور نصف فیس بطور وظیفہ انعام میں دی جاتی ہے۔ اس سال انشاء اللہ ۲۶ اکتوبر بروز جمعرات یہ امتحان انصار اللہ مرکزیہ کے ہال میں ہوگا۔ اس کے لئے نصاب اور شرائط حسب ذیل ہوں گی:۔

۱۔ عمر نو سال تا چودہ سال۔

۲۔ کتب:۔ نبراس المومنین و چالیس جواہر پارے۔

۳۔ احمدیت سے متعلق عقائد، مسائل اور تاریخی معلومات۔

۴۔ پاکستان سے متعلق تاریخی اور جغرافیائی معلومات۔

۵۔ تبلیغ بیرون پاکستان و جماعتی ادارہ جات کے متعلق معلومات۔

تحریری امتحان ۲۶ / اکتوبر کو ہوگا اور زبانی امتحان ۲۸ / اکتوبر بوقت صبح ہوگا۔ بچوں کو ابھی سے اس امتحان کی تیاری شروع کر دینی چاہیئے۔ (قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

انعامی تقریری مقابلہ کیلئے انعامات

انصار اللہ کا سالانہ اجتماع مورخہ ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ / اکتوبر ۱۹۶۱ء کو انشاء اللہ منعقد ہوگا حسب سابق سالانہ اجتماع کے موقعہ پر انصار اللہ کا انعامی تقریری مقابلہ ہوگا۔ مقررین مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر تقریر فرما سکیں گے۔ اس مقابلہ کے لئے پروگرام میں ایک گھنٹہ کا وقت مخصوص کیا گیا ہے۔

عنوانات:۔ (۱) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے ہمارے لئے اُسوہ ہیں۔

(۲) نظام خلافت سے وابستگی میں ہی ہماری نجات ہے۔

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کی ضرورت۔

(۴) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس شان سے خدمتِ قرآن کا فریضہ ادا کیا۔

(۵) احمدی نوجوانوں کے اخلاص کے شاندار نمونے۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

احباب کرام کی اطلاع کیلئے!

ماہنامہ "انصار اللہ" کا یہ شمارہ بعض ایسے احباب کی خدمت میں بھی بھجوایا جا رہا ہے جو ابھی تک اس کے خریدار نہیں۔ اُن سے گزارش ہے کہ ماہنامہ "انصار اللہ" کی خریداری قبول فرماتے ہوئے ازراہِ کرم سالانہ چندہ مبلغ پانچ روپیہ ہمیں جلد بھجوا دیں تا وی پی کے زائد اخراجات برداشت نہ کرنا پڑیں۔

ماہنامہ "انصار اللہ" ایک بلند پایہ تربیتی رسالہ ہے جو اصل لاگت سے کم قیمت پر دیا جا رہا ہے۔ تاکہ ہر احمدی دوست اسے خرید سکے۔

(مینیجر ماہنامہ "انصار اللہ" ربوہ)

بھائیو! جلد توبہ کرو تا ھلاک نہ ھو جاؤ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :-

''بھائیو! جلد توبہ کرو تا ھلاک نہ ھو جاؤ کیونکہ کوئی عمل بد نہیں جس پر مواخذہ نہ ھو گا اور کوئی بد دیانتی نہیں جس کی وجہ سے انسان پکڑا نہ جائے۔ جس نے کسی بخل کی وجہ سے اپنا دین خراب کر لیا اور کسی تعصب کی وجہ سے حق کو چھوڑ دیا وہ کیڑا ھے نہ انسان، وہ درندہ ھے نہ آدمی۔ لیکن نیک آدمی ایک پاک خیال کے ساتھ سوچتا ھے اور اس کا حکمت اور حق کے ساتھ کلام ھوتا ھے نہ ٹھٹھے اور ھنسی کے رنگ میں، اور وہ صداقت اور انصاف کے پاک جذب سے بولتا ھے نہ غضب اور غصہ کی کشش سے، اس لئے خدا اس کی مدد کرتا ھے اور روح القدس اس کے دل پر روشنی ڈالتا ھے۔ لیکن ناپاک دل اور گندی طبیعت والا سچائی کے استخراج کے لئے کچھ بھی کوشش نہیں کرتا اور ایک دھوکہ جو پہلے دن سے ھی اس کو لگ جاتا ھے اسی کی پیروی کرتا چلا جاتا ھے اور پھر تعصب اور کج بحثی کی وجہ سے خدا تعالی اس کے دل کا نور چھین لیتا ھے اور اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ھو جاتا ھے۔

مگر نیک سرشت آدمی اپنی رائے کے بدلنے سے ھرگز نہیں ڈرتا۔ جب دیکھتا ھے کہ ایک صداقت کی تکذیب میں مجھ سے غلطی ھوئی تو اس کا بدن کانپ جاتا ھے اور آنکھوں میں آنسو بھر آتے ھیں اور سچائی کے خون سے اس مجرم سے زیادہ ڈرتا ھے جس نے ایک بے گناہ اور معصوم بچے کو ناحق قتل کر دیا ھو۔ سو خدا جو کریم و رحیم ھے اسے قبول کر لیتا ھے اور اس کی عظمت دلوں میں ڈال دیتا ھے،،

(ضیاء الحق صفحہ ۲۳)

صرف ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ھوا